مشرق کے در

گوتم بُدھ

زندگی اور افکار

محمد حفیظ سید

مشرق کے درویش

گوتم بدھ

زندگی اور افکار

ڈاکٹر محمد حفیظ سید
ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

آزاد
042 - 6364614

یہ کتاب 1942 میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

نام کتاب	:	گوتم بدھ زندگی اور افکار
مصنف	:	ڈاکٹر محمد حفیظ سید
ٹائٹل	:	ریاظ
کمپوزنگ	:	اعمانیول اقبال، عبدالقیوم
پرنٹنگ	:	محمد آصف۔یاسر عمیر پرنٹرز
پیسٹنگ	:	شہزاد
بائنڈنگ	:	نواز

قیمت -/70 روپے

اس کتاب کے ناشر آزاد انٹر پرائزز ہیں۔اس کتاب کی تیاری اور تقسیم کی تمام تر ذمہ داری آزاد انٹر پرائزز پر عائد ہوتی ہے۔اگر آپ اس کتاب کو کسی بھی سطح پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لئے تحریری اجازت لینا ہوگی۔بصورت دیگر آزاد انٹر پرائزز کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت اپنا قانونی حق محفوظ رکھتے ہیں۔پبلشر کا مصنف کے نقطہ نظر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

AZAD Enterprises A division of Gautam Publishers

27- Temple road, Upper, U.B.L. Lahore-Pakistan **Telefex:** 042-6364614

E-mal: amir@Gautam.Lhr.erum.com.pk

فہرست

آزاد نوٹ

vii

مقدمہ

1

گوتم کے بارے میں صحیح اطلاعات کا نہ ہونا' ہندی کتابیں اور ان کی تفصیلات' شرحیں' سنسکرت اور تبتی بیانات' قصے کہانیاں' ہندی میں اس موضوع پر کتابیں' اردو میں رسالے' آثار قدیمہ اور کتبے' انگریزی میں تصنیفات۔

گوتم سے پہلے کا ہندوستان

12

آریہ قوم کہاں سے آئی ان کی مقدس کتابیں ان کا مذہب و معاشرت ان میں تبدیلیاں گوتم سے پہلے کا ماحول۔

سوانح حیات

23

کپل وستو' پیدائش' نام' شادی' فنون جنگ میں مہارت' راہل کا پیدا ہونا' ترک دنیا' ریاضت' دماغی انتشار' انکشاف' تبلیغ کے لئے روانگی' شاگردوں سے ملاقات' پہلا وعظ' روزانہ زندگی' ایک کرامت' شدودھن سے ملاقات' راہل کا سنگھ میں داخلہ' چند خاص چیلے' سال بہ سال کے حالات' بعض اہم واقعات آخری تین مہینے' تجہیز و تکفین۔

بدھ کی تعلیمات

53

کیا تیری ٹیک قابل وثوق ہیں ؟ان کا فلسفہ 'اشیاء کے عناصر ترکیبی 'روح سے انکار 'کرم 'راہ مستقیم 'اس کے منازل 'زنجیریں 'اخلاقی احکام 'ممنوع پیشے۔

سنگھ یا جماعت فقراء

71

ابتدائی دور 'داخلے کا طریقہ 'غذا 'قیام 'لباس 'افلاس 'فرمانبرداری 'روزانہ زندگی 'دھیان اور اس کی قسمیں 'راہبوں کی آخری فہمائش 'جھان اور سمادھی۔

سنگھ کونسلیں اور اختلافات

90

پہلی کونسل 'دوسری کونسل اور اختلافات 'تیسری کونسل اور اشوک 'چوتھی کونسل 'ناگارجن بانی ماہیان 'ہندوستان میں بدھ مذہب کے زوال کے اسباب۔

بدھ مذہب مختلف ممالک میں

97

لنکا 'برما 'تبت 'چین 'جاپان 'نیپال 'کوچین 'آوا 'فارموسا وغیرہ۔

ضمیمہ جات

109

ضمیمہ نمبر1 چرخ حیات
ضمیمہ نمبر2 سئور کا گوشت یا کھمبی
ضمیمہ نمبر3 لمبینی باغ
ضمیمہ نمبر4 مقام وفات
ضمیمہ نمبر5 نالندیونیورسٹی

Fasting Buddha (original in Lahore Museum).

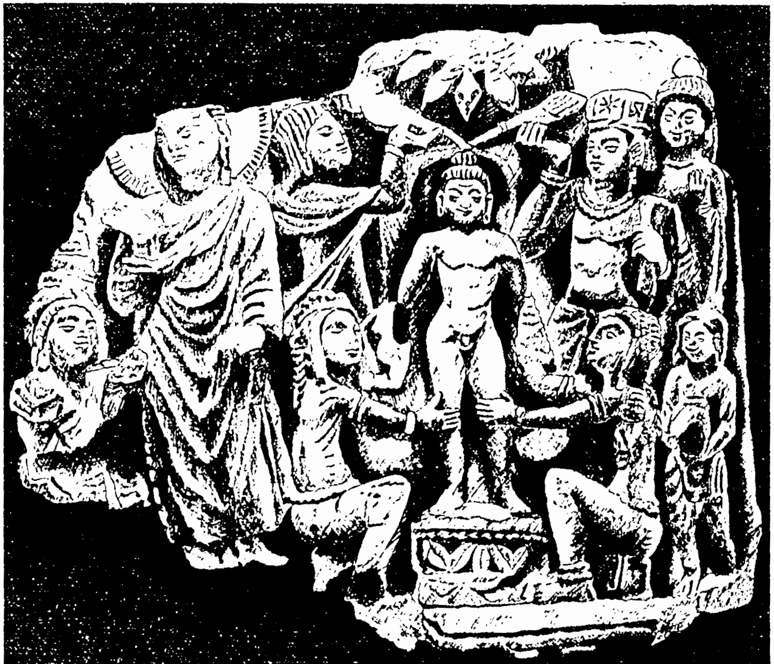

The bath of Boddhisattava. Two cellestial kings pour holy water over the child.

گوتم نوٹ

سرسوتی کے پانی کا شور سننے اور ریت پر ہوا سے مٹ چکے نشان پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہند سندھ کی دھرتی نے اپنے ہزاروں سالہ طویل سفر میں لاتعداد رشی، ست گرو اور ولی پیدا کئے کہ جن کے علم و عرفان اور آگہی سے اس خطہ کی مٹی اس قدر سیراب ہو چکی ہے کہ گزشتہ کئی سو سال سے مسلسل جاری نظریاتی و غیر نظریاتی بربریت اور فرقہ پرستی کے باوجود پریت اور عدم تشدد سے معطر مٹی کی بھینی بھینی خوشبو اس کے ذرہ ذرہ میں برابر رچی بسی ہے۔

یہ وہی مہک ہے کہ جس نے بادلوں کے سنگ برابر سفر جاری رکھا اور دھرتی میں پھیلے ہوئے پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور جنگلوں کا کبھی نہ ختم ہونے والا حصہ بن گئی۔ پھر اسی مہک سے مہر گڑھ تا گجرات کاٹھیا وار شہری ریاستیں بننے لگیں کہ جو ہمارے عہد قدیم کی شان نزول بھی ہے اور قبل از آریہ سماج کا ورثہ بھی۔ آج بھی وہ ماہرین جو کہ ان شہری تہذیبوں کے ان مٹے رنگوں کے ذریعے اس سماج کو جاننے کی کوشش میں محو ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ سیاسی، معاشی اور روحانی اقدار کے حوالے سے اس سرزمین کو بجا طور پر اپنے عہد قدیم پر ناز ہے۔ مگر یہ شہری ریاستیں آریاؤں کی آمد کے ساتھ ساتھ کچھ اپنی کمزوریوں اور بہت حد تک باہر والوں کی طبع آزمائیوں کی وجہ سے اپنا سفر جاری نہ رکھ سکیں۔ وسط ایشیا کے راستے مغربی و جنوبی ایشیا کی ان شہری ریاستوں پر آریاؤں کے حملوں نے نوح کے طوفان سے کہیں زیادہ بھیانک اثرات ڈالے۔ سمندری طوفان میں اپنا سب کچھ کھونے والے تو محض پانی کے اترنے کے منتظر ہوتے

ہیں اور جیسے ہی پانی اپنی پرانی گزرگاہوں کی جانب لوٹتا ہے تو وہ پھر سے زندگی کا تانا بانا پہلے کی مانند وہیں سے شروع کردیتے ہیں۔ مگر آریاؤں کی اس دھرتی پر آمد کبھی نہ تھمنے والا ایک ایسا طوفان تھا کہ جس نے یہاں کی تہذیب میں پیوست ہو کر پریت و عدم تشدد کے برخلاف بربریت اور تشدد کو پروان چڑھایا۔ انتقام اور جنگی جنون پر مبنی شاعری سے لے کر انسان و حیوان کے مذہبی و قانونی قتل پر مبنی کلچر کو اس سرزمین کا کبھی نہ الگ ہونے والا حصہ بنا ڈالا۔ جس طرح سیلاب سے زمین بھی زرخیز ہوجاتی ہے اسی طرح آریاؤں کی یلغار سے رونما ہونے والی مثبت تبدیلیوں کو یقیناً" نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ نفسانفسی اور مہاجرت کا جو کلچر آریاؤں کے آنے کے بعد اس سرزمین پر پروان چڑھا اس نے حقارت اور انتقام کے رویوں کو بہت حد تک مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں انتہائی معاون کردار ادا کیا۔ گورا کالا' لمبا ٹھگنا' مقامی غیر مقامی اور مارشل ریس (جنگجو قوم یا نسل) جیسے فاشٹ نظریات کو ہمارے خون میں شامل کردیا۔

ہماری سرزمین پر ہندو دیومالا انہی نظریات کے زیر اثر پروان چڑھی۔ گو کہ ویدوں اور ویدک کلچر میں جنگجو آریائی قبائل کے علاوہ مقامی کلچر کو نئے انداز میں ہندو دیومالا کا حصہ بنایا گیا مگر ہندو دیومالا کے کرتا دھرتا کسی بھی مقام پر آریائی برتری کے اصول کو نہیں بھولے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مت اور اس سے متاثر ہونے والے دوسرے تمام مذاہب میں آریائی برتری کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمان ہند سندھ میں ہندوؤں سے براہ راست تصادم کی شکل میں داخل ہوئے تھے ہندوستانی مسلمانوں میں آریائی برتری بدرجہ اتم موجود رہی۔ گو کہ ہڑپہ موہنجوداڑو اور دوسری قبل از ہڑپہ شہری ریاستوں کے سیاسی و معاشی نظام کے بارے میں ہمیں زیادہ جانکاری نہیں ہے مگر ان مقامات کے کھنڈرات سے حاصل ہونے والے علم کی روشنی میں یہ تو باآسانی کہا جاسکتا ہے کہ ان جگہوں پر تہذیب کی اعلیٰ اشکال نظر آتی تھیں۔ اس سب کے باوجود ہمیں اپنی دھرتی میں کہیں بھی ان قدیم شہری ریاستوں اور ان میں پھیلے ہوئے تہذیب و تمدن کا تسلسل نظر نہیں آتا۔ سپت سندھو میں فتح کے جھنڈے گاڑنے کے بعد آریاؤں نے مذہب کی آبیاری کے لئے شمالی ہندوستان میں گنگ و جمن

کے کناروں کا انتخاب کیا اور وہاں وسیع و عریض بیلے کو کاٹ اور پاک کرکے ویدک ادب کا تانا بانا بننے لگے۔

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ اس میں انہوں نے کہیں کہیں دیسی رنگ بھی بھر دیئے۔ یہ دیسی رنگ جہاں قبل از آریا سماج کی نمائندگی کرتے تھے وہاں اس مسلسل مزاحمت کے امین بھی تھے کے جس کا سامنا آریاؤں کو گنگ و جمن کی وادی تک پہنچنے سے قبل چپہ چپہ پر کرنا پڑا۔ اور جس کی وجہ سے نئے مکتبہ فکر کی بنیادیں رکھنے والوں کو اپنے مت کی مقبولیت اور اپنے حامیوں کی تعداد میں اضافہ کے لئے کالے خداؤں اور قبل از آریاء بھجنوں کو ویدک ادب کا مستقل حصہ بنانا پڑا۔ لہٰذا نئے مذہب کے پیروکاروں نے اپنے سے قبل پھیلے ہوئے فکر و علم سے براہ راست ٹکرانے کی بجائے اسے اپنے مذہب کا اٹوٹ انگ بنالیا مگر درحقیقت یہ ایک ایسا انگ تھا کہ جس کا حقیقی مقام گنوار اور شودر سے عبارت تھا۔ اس نئے مذہب نے براہمن کو جو بزرگ و برتر مقام عطا کیا وہی بلا آخر اس کے گلے کا پھندا بن گیا۔ یہ درست ہے کہ فکری اعتبار سے براہمن اسی مقام و مرتبے کا مستحق تھا کہ جو اسے ملا مگر عملی زندگی میں براہمن ایک ایسا ہیولہ بن گیا کہ جس نے رفتہ رفتہ پورے ہندو مت کو ہی نگل لیا۔ اب پربھو تک پہنچنے کا واحد راستہ براہمن ٹھہرا۔ ویدوں کو ایک ایسی زبان) میں لکھا گیا کہ جو اس دھرتی کے باسیوں کے لئے اجنبی تھی۔ مادری زبانوں کو پشوؤں یعنی جانوروں کی زبانیں اور سنسکرت کو علم و عرفان کی زبان بنا دیا گیا۔ یہ وہی لسانی روایت ہے کہ جس کا تسلسل بعد ازاں ہندی مسلمانوں میں عربی فارسی کو علم و قانون کی زبان قرار دینے اور مادری زبانوں کو کم تر اور نا مکمل قرار دینے کی صورت میں باآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ براہمن مت کی ابتداء تھی کہ جس نے دھرتی ماتا میں بربریت اور جانبداری کی مہلک بنیادیں رکھیں۔ لامحالہ ان طوفانوں کا ردعمل ہونا فطری تھا۔ ایک ہزار سے پانچ سو سال قبل مسیح کا زمانہ ایسی ہی لاتعداد شورشوں سے عبارت ہے۔ یہ بات خوش عین ہے کہ دھرتی کے سپوتوں نے اپنی آزادی کو کسی بھی مقدس یا غیر مقدس فکر کے عوض گروی رکھنے کے خلاف مسلسل علم بلند کئے رکھا۔ اس عمل میں کچھ ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے بالکل دوسری انتہا سے براہمن مت کا مقابلہ کیا۔ یہ بھی ایک منطقی ردعمل تھا کہ

جو کسی بھی ایسی صورت حال میں کرب ناک حقیقت سے کم نہیں ہوتا۔ مگر ایسے میں وہ کہ جو درمیانی راستہ سینچتے رہے وہ وہی ہیں کہ جو حالات کے جبر مسلسل میں اپنی موجودگی اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ جیسے رات کی گہری خاموشی میں تانبے کے سکوں کی جھنکار۔۔۔ درمیانی راہ کے لاتعداد متلاشی اس گنجلدار معمہ کو سلجھانے کے لئے نگر نگر کی خاک چھانتے پھر رہے تھے اور جاننے کے کرب میں مسلسل ایک انتہا سے دوسری انتہا کے درمیان بہے چلے جا رہے تھے۔

پھر اس بہاؤ میں مایا کا سپوت سدھارتھ بھی شامل ہوگیا اور ان دیکھی گزرگاہوں کے لامتناہی سلسلہ کا حصہ بن گیا۔ فکری مدوجذر میں شرابور کبھی وہ ساحل پر پھیلی ہوئی ریت سے آلگتا اور کبھی لہریں اُسے سمندر کی پاتال تک کھینچ لاتیں۔ اور پھر جب اس نے سب کچھ تیاگ کے کرب کی گہرائی میں جھانکنے کی کوشش کی تو وہ گیان کی وہ منزلیں طے کرنے لگا کہ جسے عبور کرنے کی خواہش لئے اگنت مسافر اپنے اپنے خالی کشکول لئے اندھیاری گزرگاہوں کا لقمہ بن چکے تھے۔ یہی وہ لمحہ تھا کہ جہاں سدھارتھ نے بدھ تک کا سفر مکمل کیا۔

بدھ مت کے اتنی تیزی سے پھیلنے کی وجہ نہ تو فتوحات تھیں اور نہ ہی قبضے۔ بلکہ اس کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ بدھ مت نے کسی بھی دیس میں پہلے سے پھیلے ہوئے مذہب و علم کی ہتک کرنے کی بجائے ان سے ممکنا مدد لیتے ہوئے ان کا ہم پیالہ بنتے ہوئے، کسی فکری و روحانی برتری کو نہ مانتے اور اپنی روحانی عظمت کو تسلیم نہ کرواتے ہوئے اپنے سفر کی شروعات کی۔ اس طرح جب اس نے پہلے سے پھیلی ہوئی فکر کی ہتک نہ کی تو اس کی بھی ہتک نہ ہوئی۔ اور مناظرے کی بجائے مذاکرے، ٹاکرے کی بجائے ملاپ، ہنسا کی بجائے اہنسا، فتح و شکست کی بجائے پریم و شانتی کی فضائیں اور بدھی (علم و آگاہی) کا بول بالا ہوا۔ بدھ کے نظریات کی مقبولیت بدھ مت کے پیروکاروں میں تو ہے ہی مگر اس کے علاوہ دوسرے تمام مذاہب کے پیروکاروں میں بھی یہ افکار عزت و احترام اور تقدس سے دیکھے جاتے ہیں۔

اس حقیقت کا زندہ جاوید اظہار ہم اپنے ہاں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ بدھ کے پیروکاروں کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہو چکی ہے اور بدھ مت کو

اپنی ہی جنم بھومی سے دیس نکالا مل چکا ہے مگر یہاں آج بھی عیسائیوں‘ ہندوؤں‘ مسلمانوں‘ سکھوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں عام آدمی کی سطح پر مشکل سے ایسے نام ملیں گے کہ جن کے خلاف نہ تو کوئی تعصب ہو گا نہ نفرت۔ اور ان چند ناموں میں گوتم کا نام سب سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ گوتم زندہ علامت کی شکل میں آج بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہے۔ اس کے باوجود کہ بدھ مت کے ماننے والے اور مبلغین نہ ہونے کے برابر ہیں۔ گوتم کا روحانی وجود ہر انسان کو جاڑے میں مخملی لحاف کی گرمائش بخش رہا ہے اور اس لئے کہ اس کا درس کسی نسلی و مذہبی برتری کے برخلاف تمام انسانوں کے لئے یکساں تھا۔ اس نے براہمن شودر‘ سید غیر سید‘ مقامی غیر مقامی‘ کی بحث سے ماورا ہو کر ہر انسان کو اپنی آزادی خود حاصل کرنے کا درس دیا۔ اور کہا کہ نہ تو کسی کا گروہ‘ پیر یا مسیحا ہے اور نہ ہی کسی کا چیلا‘ مرید یا امت۔ اس کے برعکس کوئی بھی انسان جب اپنی خواہشات سے بنے ہوئے گنجلدار نفسیاتی جال کو پرکھ کر رد کر دیتا ہے تو وہ حقیقی آزادی (مکتی) پالیتا ہے۔ اس طرح ہر انسان کو یہ نوید سنا دی گئی کہ وہ اپنی تقدیر کا نہ صرف خود خالق ہے بلکہ اچھے اور برے تمام تر فیصلوں کا خود ہی ذمہ دار ہے۔ آزادی اور ذمہ داری پر مبنی یہ ایک ایسا متناسب نقطہ نظر تھا کہ جس کے ساتھ بنی نوع انسان کے جوق در جوق وابستگی لازم تھی۔

سو یہ تہہ ہے کہ جو ہند سندھ کی تاریخ میں منوں مٹی تلے زندہ و جاوید ہے اور منتظر ہے کہ کوئی حوصلے والا اس قدر سرعت سے بحیرہ عرب کے پانی میں غوطہ زن ہو کہ اس کی تہہ تک جا لگے اور پھر واپسی کے سفر میں اپنے دونوں بازو پھیلا کر اس مٹی کو دھرتی میں پھیلا دے تاکہ اس مٹی کی معطر خوشبو سے ہمارے آج کو پریت اور شانتی کے عطر کا غسل دیا جا سکے۔ بلاشبہ ہمارا آج درندگی‘ بربریت اور فرقہ پرستی کے جہنم سے عبارت ہے اور یہ درد ناک حال ہمارے گزرے ہوئے کل کا ہی ایک تسلسل ہے۔ وہ کل کہ جو معجون ہے بدیسی حملہ آوروں کی طبع آزمائیوں اور خود ہماری‘ اپنی تاریخ سے غداری کا۔ جب مائیں اپنے بیٹوں اور دھرتی اپنے سپوتوں کے ہاتھوں بے آبرو ہونے لگے تو باہر والوں کو دیئے ہوئے زخم بے معنی ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں ہر انسان خود ہی اپنی عدالت میں مطلوب ہوا ہے۔ خود ہی ملزم‘ خود ہی

قاضی۔ چاہے تو عدالت کو مقفل رکھے اور چاہے تو خود کو آزاد کر دے۔ اور آج ہم اسی نازک موڑ سے گزر رہے ہیں۔

ہم نے گزشتہ ہزار سالہ تاریخ میں جن جن چنگاریوں کو ہوا دی آج اگر وہ ہمارے چہروں پر مسلسل سیک بڑھانے کا کام دے رہی ہیں تو ہمیں اپنی پلکوں تک کو جلا کر ستی ہونے کے لئے بہ خوشی تیار رہنا چاہیے۔ تبدیلی اور ترقی کے وہ تمام مہان استعارے کہ جو ہم نے اپنے حاکموں اور راہنماؤں سے مستعار لئے تھے ایک ایک کر کے اس آگ میں راکھ ہوتے جا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ برابر اسے دوسروں کی لگائی ہوی آگ سے تعبیر کرنے میں کوشاں ہیں۔ ہاں البتہ اگر ہم اپنا جرم مان کر خود کو اس زندان کی نظر کر دیں تو کم از کم اپنے بعد آنے والوں کو تو پہلا قدم دے ہی جائیں گے۔ وہ پہلا قدم کہ جسے اٹھاتے ہی فرش سے عرش تک تمام قفل خود بخود کھلنے لگتے ہیں اور تاریکیاں چھٹنے لگتیں ہیں۔ یہ وہی پہلا قدم ہے کہ جسے اٹھانے کی تمنا لئے بعض اوقات ہمیں برس ہا برس تک بن نخلستانوں کے صحراؤں میں خاک چھاننی پڑتی ہے اور کبھی ہمارا حال اس پانی جیسا ہو جاتا ہے کہ جس پر جمی ہوئی کائی بتدریج سیاہی مائل ہوتی جاتی ہے۔ ابتداء میں جب یہ کتاب میرے تک پہنچی تو میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ کیونکہ ہمارے ہاں گوتم پر کسی قسم کا مواد دستیاب نہیں ہے اس لئے میں اس کتاب کو ضرور چھاپوں گا۔

یہ کتاب ہمیں جناب طاہر اصغر نے اپنی پرانی کتابوں کے ذخیرے سے فراہم کی ہے۔ کتاب جب ہم نے دیکھی تو اس پر ٹائٹل کی جگہ ایک الگ سفید صفحہ چسپاں تھا۔ کتاب کے اندر فہرست مضامین کے اوپر ہاتھ سے کسی نے لکھا تھا "گوتم بدھ۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید' ایم اے' پی ایچ ڈی' ڈی لٹ"۔ طاہر اصغر سے معلوم کیا تو انہیں ڈاکٹر محمد حفیظ سید کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ ہم نے بہت سے لوگوں سے پوچھا۔ ایک بنگالی دوست سے پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب ہندوستانی فلسفہ پر بھی ایک کتاب لکھ چکے ہیں مگر اس دوست کو وہ کتاب نہیں ملی۔ مرحوم صفدر میر نے بھی اس بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس لئے ہمیں مجبوراً" یہ کتاب مصنف کے تعارف کے بغیر چھاپنی پڑ رہی ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی اس سلسلہ میں ہماری مدد کر سکے تو ہم آئندہ ایڈیشن میں

اس کمی کو یقیناً" پورا کر سکیں گے۔ یہ نوٹ جون 96 میں لکھا گیا تھا مگر کتاب کو مکمل ہوتے اور چھپتے چھپتے دو سال لگ گئے چھپنے سے قبل ایک دوست نے اس نوٹ کو دیکھا اور اچھے مشورے دیے کہ جس کی روشنی میں اسے صحیح کیا گیا۔اس دوست کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس کی بروقت اصلاح سے میں اسے چھپنے سے قبل بہتر کر سکا۔

شکریہ

عامر ریاض

ستمبر1998

The Buddha in Dhayanachakra Mudra in stucco (Taxila Museum).

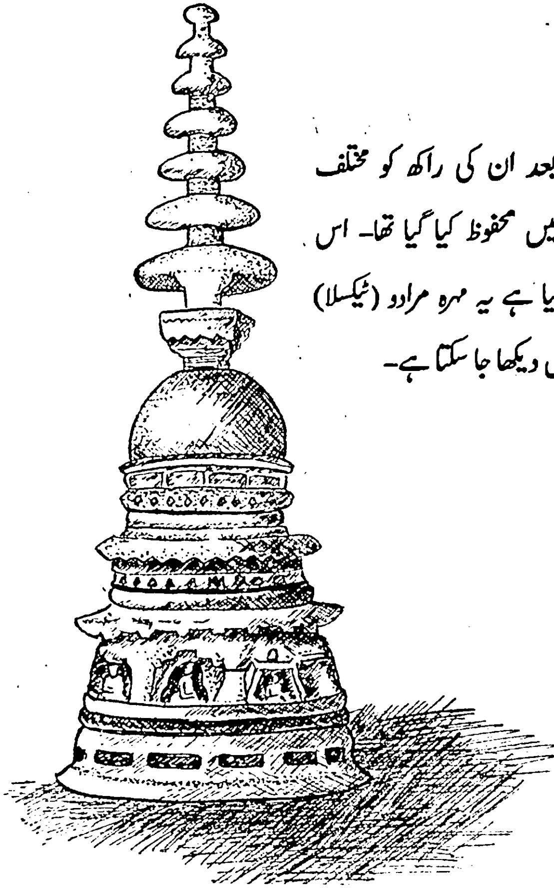

گوتم بدھ کی موت کے بعد ان کی راکھ کو مختلف مقامات پر موجود سٹوپوں میں محفوظ کیا گیا تھا۔ اس تصویر میں جو سٹوپا دیکھایا گیا ہے یہ مہرہ مرادو (ٹیکسلا) میں اب بھی سیل نمبر 9 میں دیکھا جا سکتا ہے۔

A
a
v
M
a

مہرہ مرادو (ٹیکسلا) سے ملنے والی بدھ کی ایک شبیہ

گوتم بدھ کی موت کا منظر۔ ٹیکسلا سے دریافت کی گئی ایک تصویر کہ جو آجکل وکٹوریہ اینڈ البرٹ میوزیم لندن میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مقدمہ

قبل مسیح کی چھٹی اور پانچویں صدیاں دنیا کے لیے یادگار ہیں۔ ان میں کوئی طوفان نوح نہیں آیا تھا اور نہ کسی قیصر نے سارے عالم کو فتح کیا تھا۔ لیکن انسانی ذہن، اخلاق اور معاشرت میں ایسے ایسے انقلابات رونما ہوئے کہ رہتی دنیا تک ان کے اثرات باقی رہیں گے۔ یونان میں فیثاغورث، ایران میں زرتشت، چین میں کنفوشش اور ہندوستان میں گوتم و مہاویر جیسے بانیان مذاہب کی پیدائش کا سہرا انہیں صدیوں کے سر ہے۔ ان میں ہر ایک کے اثرات اس کے ملک ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ دنیا بھر میں صورتیں اور نام بدل بدل کر پہنچے۔ لیکن ان عظیم الشان ہستیوں میں گوتم بدھ انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے مذہب نے جو عالم گیر اپیل حاصل کی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ آج بھی یہ بحث ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعداد بودھ مذہب والوں کی ہے یا عیسائیوں کی۔

ہم نے اس مختصر سی کتاب میں اسی جلیل المرتبہ بزرگ کے سوانح، ان کی تعلیمات، ان میں ردوبدل اور ان کی مختلف ممالک میں اشاعت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن دقت یہ ہے کہ ہمالیہ کی چوٹی کی سی بلند شخصیت عقیدت اور مبالغے کے کہرے میں اس طرح ڈھک گئی ہے کہ اس کے خدوخال صاف دکھائی نہیں دیتے۔ پھر جن وسائل پر تاریخ کی بنا ہے وہ سرے ہی سے اس لیے نہیں ملتے کہ گوتم بدھ کے

ہم عصروں' یا خود ان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس معلومات ہیں وہ تین سو برس کے بعد سے شروع ہوتی ہیں جو ضبط تحریر میں آنے تک عقیدت مندوں کے حافظوں میں محفوظ رہیں۔ اسی لیے تری پٹک کے اس عقیدہ کے باوجود کہ گوتم بدھ نے خدا کے بارے میں بحث کو بے سود بتایا اور روح سے انکار کیا' ہم ماہیان فرقے کے اس بیان سے متفق ہیں کہ گوتم نے خدا کا اقرار کیا' اسے واجب الوجود اور مختار کل بتایا اور روح کے وجود پر بھی یک گونہ یقین رکھتے تھے۔

اس کی تفصیلات کتاب میں آئیں گی' البتہ ناظرین کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گوتم بدھ کے انتقال سے تقریباً" تین سو برس بعد سے ہمارے پاس ان کے حالات اور تعلیمات جاننے کا کافی مواد ملتا ہے۔ گو اس مواد کا ایک حصہ تاریخی اعتبار سے زیادہ موزوں نہیں سمجھا جاتا تاہم پھر بھی محقق کے لیے اس انبار خذف میں بہت سے لعل و جواہر مل سکتے ہیں۔ اور سالک کا فرض ہے کہ وہ تلاش حق اور جستجوئے صداقت میں ہر قسم کے مواد تک پہنچے۔ وہ کتابیں جن میں بودھ مذہب اور اس کے بانی کے متعلق اس طرح کا مواد ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

نمبر1- تری پٹک 1۔ یعنی تین ٹوکریاں۔

یہ کہنے کو تین ہی ہیں لیکن ہر ایک ٹوکری میں کئی کئی کتابیں ہیں۔ اس لیے ان کی تفصیل بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پہلی پٹک (ٹوکری): اس کا نام ونیا پٹک 2۔ ہے' یعنی سنگھ کے لیے احکام۔ اس میں تین کتابیں شامل ہیں (ا)موت دی بھنگ 3۔ یعنی پتی موکھ مع شرح اور حواشی (ب) کھنڈک 4۔ (ج) پریوار 5۔ پاٹھ۔ ان کتابوں میں پتی موکھ اور کھنڈک کا انگریزی ترجمہ رائس ڈیوڈس نے Venya Terts کے نام سے کردیا ہے۔

سوت 6۔ پٹک (ٹوکری):یعنی بودھ مذہب کے عام ماننے والے لوگوں کے لیے سنہری اصول۔ اس میں مختلف سرخیوں کے ماتحت بہت سی کتابیں شامل ہیں۔ سرخیاں یہ ہیں۔

(ا) ڈگھ نکایہ 7ے: یہ چونتیس کتابوں کا مجموعہ ہے جن میں سے مہا پرنی بھان 8ے بہت مشہور ہے۔ ان میں سات کا ترجمہ برنوف اور گوگرلی نے کیا ہے۔
(2) مجھم نکایہ 9ے- اس میں 152 کتابیں ہیں اور ان کو ڈاکٹر ٹر کنر نے ترتیب دیا ہے۔
(3) سموت نکایہ 10ے- یہ مسلسل نظمیں ہیں۔
(4) آم گتر نکایہ 11ے- یہ پٹک بھر میں سب سے بڑا مجموعہ ہے اس میں کھڈک نکایہ 12ے بھی ہے جس میں (الف) کھڈک پاٹھ 13ے ہے جس کا چلڈرس نے ترجمہ کیا ہے (ب) دھم پد 14ے ہے جس کا میکس ملر نے ترجمہ کیا ہے۔
(ج) اوان 15ے یا وہ گیت ہیں جو گوتم نے بڑی خوشی میں ذاتی مباہات کے طور پر گائے ہیں -ہر گیت کے ساتھ اس کا موقع نزول بھی دیا گیا ہے۔ (د) اتی وتک 16ے ایک سو دس اقتباسات ہیں جو گوتم کے مختلف خطبوں سے لیے گئے ہیں۔ (ر) سوت نپٹ 17ے نظمیں ہیں۔ ان کا ترجمہ پروفیسر قوسیولی نے کیا ہے (س) ویمان وتھو- 18ے جنت کے محلوں کے متعلق (ش) پیتو تھو 19ے ارواح غیر مجسم کے بارے میں (ص) تھرا گاتھا-20 ےراہبوں کے لیے نظمیں (ض) تھری گاتھا 21ے- راہبہ (خاتون راہب) کے لیے نظمیں (ط) جاتک 22ے' 550 کہانیاں ہیں جن کا ترجمہ رائس ڈیوڈس نے Buddish Birth Stories کے نام سے کیا ہے (ظ) ندیس 23ے سوت نپٹ کے آخری نصف کی شرح۔ (ع) پتی سمبدھا 24ے ارہت کی باطنی قوت کا بیان (غ) ایدان 25ے- بودھ ارہتو کا قصہ (ف) بدھ بنش 26 بدھوں کے حالات (ق) کاریہ پٹک 27 ے وہ نظمیں ہیں جن میں گوتم کے پچھلے جنموں کی کراماتیں بیان کی گئی ہیں۔
(3) ابھی دھم: اس تیسری پٹک میں بہت سی کتابیں ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔
الف دھم سنگنی 28ے- مختلف دنیاؤں میں زندگیوں کا بیان۔
(ب) وی بھنگ 29ے- 18 مختلف کتابوں کا مجموعہ۔
(ج) کتھاو تھو 30ے- ایک ہزار بحث طلب مسائل۔
(د) پگل پناتی 31ے- ذاتی خصوصیات کی تشریح۔
(ر) دھاتو کتھا 32ے- عناصر کے بارے میں۔

(س) ایمک 33۔ ظاہری اضداد کے متعلق۔

(ش) پتھن 34۔ حیات کے اسباب۔

ان تمام کتابوں کے مجموعے کو تری پٹک' (ونیا پٹک سوت پٹک اور ابھی دھم) تین ٹوکریاں کہتے ہیں۔ اور یہ بودھوں کی سب سے مقدس اور قدیم کتابیں مانی جاتی ہیں۔ یہ سب پالی زبان میں ہیں۔

(2) پٹک کی شرحیں۔

یہ بدھ گھوش نے پانچویں صدی عیسوی میں اس وقت لکھیں جب انہوں نے تری پٹک کا سنگھالی سے پالی میں ترجمہ کیا۔ ان میں سے جو اس وقت موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(1)	سمانت پاسد کا۔ دنیا کی شرح	Sammanta-Pasadika
(2)	کنکھ وترانی۔ پتی موکھ کی شرح	Kankha Vitarani
(3)	سمنگل ویلاسنی۔ دگھ نکایہ کی شرح	Summangala Vilasini
(4)	پپنکا سدنی۔ مجھم نکایہ کی شرح	Papancha-Sudani
(5)	سرتھ پرکاشنی۔ سمت نکایہ کی شرح	Sarattha-Ppakasini
(6)	منورتھ پورنی۔ انگوت نکایہ کی شرح	Manoratha-Purani
(7)	پرمتھ جوتکا۔ کدک پاٹھ اور سوت نپٹ کی شرح	Paramattha-Katha
(8)	دھم پراتھ کتھا۔ دھم پد کی شرح	Dhammapada-Atthakatha
(9)	پرمتھ دیپنی۔ ادان' دمان واتھو' پتاوت تھرا گاتھا اور تھری گاتھا کی شرح	Paramattha-Dipam
(10)	ابھی دھمت دیپنی۔ اتی وتک کی شرح	Abhidhamimattha Dipani
(11)	جاتک اتھ کتھا۔ جاتک کی شرح	Jataka Atthakatha
(12)	سدھم پجوتکا۔ ندیس کی شرح	Saddhamma Ppajjotika
(13)	سدھم پکاسنی۔ پتم بھد کی شرح	Saddhamma-Ppakssini

(14) و۔سدھ جن ویلاسنی۔ اپدان کی شرح Visudha Jana Vilusim
(15) مدھورتھ ویلاسنی۔ بدھ ونس کی شرح Madddurattha Vilasini
(16) کاریہ پٹک اتھا کتھا۔ کاریہ پٹک کی شرح Cariya Pitaka Atthakatha
(17) اتھاسالنی۔ دھم سنگتی کی شرح Attha Salini
(18) سموہ دنودنی۔ و بھنگ کی شرح Sammoha Vinodani
(19) پنکا پکرن اتھا کتھا۔ ابھی دھم کی آخری پانچ کتابوں کی شرح
Pancappakarana Attha Katha

نمبر3- للت و ستارا۔

یہ سنسکرت زبان میں تھی۔ اس کا ترجمہ چھٹی صدی عیسوی میں تبتی زبان میں کیا گیا۔ اس کا کچھ حصہ نثر میں ہے۔ اصل سنسکرت کتاب کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا کہ کب لکھی گئی۔ اس میں گوتم کے سوانح بیان کی گئی ہے اور بہت مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ مختلف مغربی زبانوں میں ہو گیا ہے۔

نمبر4- تبتی بیانات۔

یہ زیادہ ترللت و ستارا پر مبنی ہیں ان کو سکندر کوسانے انگریزی میں منتقل کر دیا ہے۔

نمبر5- مہابھینشکرمن سوتر۔

یہ بھی سنسکرت زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس میں گوتم کے گھر چھوڑنے کے حالات ہیں۔ یہ چھٹی صدی عیسوی میں چینی زبان سے منتقل ہوئی جس سے اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو گیا۔

نمبر6- مالا لنکار اوتو۔

یہ پالی زبان سے برمی میں 1773ء میں منتقل کی گئی اور اس سے انگریزی میں ترجمہ

ہوئی۔ یہ لنکا کی مقدس کتابوں پر مبنی ہے۔

نمبر7-

ان کے علاوہ مختلف قصے کہانیاں ہیں جنہیں اسپنس ہارڈی نے Manual of Buddhism میں جمع کیا ہے۔

نمبر8- دھمپد۔

سوتانپت اور تھری گاتھا میں جو گیت ہیں ان کا ترجمہ سونڈرس نے کے نام Dampadah سے کیا ہے۔

نمبر9 رسائل و کتب۔

مشہور کسان لیڈر لاہل ساکرتیاین نے 1932 میں ایک کتاب "بدھ چریہ" لکھی ہے' یہ ہنیان نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ مہایان زاویہ نگاہ کے حوالے سے ایک کتاب "بھگوان گوتم بدھ" مشہور ہے کہ جو جناب بدھنت بودھانند جی مہااستور اور پنڈت چندر کارشاد جگیسو نے ہندی میں شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ مہابودھی سوسائٹی' کالج اسکوائر کلکتہ سے ایک ماہنامہ رسالہ نکلتا ہے جس میں برابر اس مذہب کی نئی دریافتیں تحقیق کر کے نکلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح لنکا سے "بدھسٹ کرانیکل' سیلون" کے ذریعے اس مذہب کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سارناتھ (بنارس) میں بھی اب کام ہونے لگا ہے اس لیے بہت کچھ مواد وہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

نمبر10 اردو میں

اس وقت تک جو کچھ کام کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

(الف) 1900 میں شیونراین شمیم نے ایک سوانح عمری گوتم بدھ کی لکھی تھی جو دوبارہ

طبع نہ ہو سکی۔
(ب) مولوی امیر احمد علوی صاحب بی' اے جج نیچ نے "گوتم بدھ" کے نام سے ایک مختصر کتابچہ لکھا جو الناظر لکھنؤ نے شائع کیا۔
(ج) ایک مسلم ادیب نے "بدھ کی کہانی پتھروں کی زبانی" لکھی جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔
(د) ایک برہمو سماج مشنری نے بھی اردو میں ایک مختصر سی سوانح عمری لکھی تھی جس کا ذکر شیو نراین شمیم نے کیا ہے مگر جو اب کہیں نہیں ملتی۔
(ر) شیو نراین شمیم صاحب نے ایک کتاب "بدھ" دو حصوں میں پیش کی ہے۔ ایک حصہ مسٹر اسٹراس کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے جبکہ دوسرا حصہ بطور ضمیمے کے خود شمیم کا ہے۔ اس کتاب میں بہت سی نئی معلومات ہیں اور اس کا مطالعہ بہت ہی مفید ہو گا۔

نمبر 11 دریافتیں۔

استوپ' مٹھ' بت' تصویریں' چرخ' ظروف اور مختلف طرح کی بودھی یادگاریں روز بروز برآمد ہوتی جاتی ہیں اور ان کی مدد سے بہت کچھ ہمارے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
(الف) حال میں جاوا کا عظیم الشان بودھی مندر زمین سے برآمد ہوا ہے جس سے اس مذہب کے فروغ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
(ب) بودھی زمانے کے فن مصوری اور سنگ تراشی کے بے نظیر نمونے چین' جاپان' تبت اور ہندوستان میں ملے۔
(ج) کپل وستو اور لمبینی باغ کا تعین ہو گیا ہے اور یہاں کے کھنڈرات سے بہت سے ظروف اور زیور ملے ہیں۔
(د) وہ مقام بھی گیا کے قریب متعین ہو گیا ہے جہاں بدھ کو انکشاف ہوا تھا۔ وہاں مندر بھی ہے اور بودھی درخت بھی۔
(ر) سارناتھ میں بھی کھدائی ہوئی ہے۔ یہی "دشت غزالاں" ہے۔ یہیں بدھ نے سب

نے پہلا وعظ کہا تھا کوسی نگر (کسیا) کسمبھی اور سراوستی کا بھی پتا چل گیا ہے۔ راج گڑھ بھی مل گیا ہے اور وہ غار بھی جہاں بدھ قیام کیا کرتے تھے۔

(س) نالندیونیورسٹی کا محل وقوع بھی مل گیا ہے اور اس کے کھنڈر بھی۔

(ش) حیدر آباد دکن میں اشوک کی کندہ کرائی ہوئی ایک تحریر بھی مل گئی ہے اور الور اجنتا کے غار بھی۔ اعلیٰ حضرت نظام دکن نے ان کے انتظام اور دیکھ بھال کے لیے ایک محکمہ آثار قدیمہ بھی قائم کر دیا ہے جس کی رپوٹوں سے بہت سی مفید باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

(ص) بھوپال میں سانچی ٹوپ بھی مل گیا ہے۔ اور مرحومہ ہزہائنیس بیگم صاحبہ نے اس کی مرمت کرا دی ہے اور اس کے متعلق اطلاعات چھپوادی ہیں۔

(ض) کارلی ناسک، کہنری اور اورنگ آباد میں بھی بودھ مذہب کے غار ملے ہیں جن میں بدھ کی مورتیاں وغیرہ ملی ہیں۔ ان سب سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

(ط) افغانستان، مصر اور امریکہ میں بھی بودھ مندروں کے کھنڈر نکلے ہیں اور بہت سی مورتیاں، مجسمے اور تصویریں برآمد ہوئی ہیں، جن سے اس مذہب کے عالم گیر ہونے کا پتا چلتا ہے۔

غرض ان تمام ذریعوں سے ہم گوتم بدھ کی سوانح، ان کی تعلیمات ان کی اشاعت اور ان میں تبدیلیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔

علاوہ ان کتابوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں یا ان کتبوں، پتکوں، کھنڈروں اور بتوں کے جن سے بہت کچھ مواد ملتا ہے اگر ناظرین مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لیے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس موضوع پر 1942 تک مختلف مغربی زبانوں میں تقریباً پانچ ہزار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

Nalinakaha Dutt	Early History and Spread of Buddism
E. Hopkins	The Religions of India
E.H. Brew	The life of Buddha in the Pali Canon
Geigeroli	The Mahavamsa

E.B. Cowell	The Jatak
J.Barth	History of Religions in India
C.Elliot	Hinduism and Buddhism
R.F.Johnstone	Buddhist China
J.Legge	Travels of Fahien
S.Beal	Buddhist Records of the Western World
T Wattera	On Yuan Chwang
I.T.sing	A record of Buddhist religion as practi-sed in India and Malaya Archipelago
S.Beal	Life of Hiven Tsiang by Huin Li
P N. Bose	Indian Teachers in China
A. Cunningham	Ancient Geography of India
S.Beal	Catalogue of Buddhist Tripitaka as known in China and Japan
Ralston	Tibetan Tales
Hodgson	Eeeays on the Language, Literature and Religion of Nepal and Tibbet
Edkins	Religion in China
R.C. Douglas	Confucianism and Taxism
	Literature in China and the Far East
P.K. Mookerjee	Indian
K.J.Saunders	Heart of Buddhism
A.B. Keith	Karma Mimamasa
K.J.Saunders	Gautama Buddha

K.J. Saunders	*Buddhist Ideals*
H. Oldenberg	*The Buddha*
T.W. Rhys Davids	*Early Buddhism*
Bishop Bigandet	*Gaudam the Burmese Buddha*
H.Kern	*Manual of Buddhism*
Bishop Copleston	*Buddhism, Primitive and Present*
H. Hackmann	*Buddhism as a Religion*
H.Warren	*Buddhism in Translations*
Bhikkhu N.janatilaka	*Word of the Buddha*
Paul Dhalke	*Buddhist Eassays*
Lakehmi Narayan	*Essence of Buddhism*
A.Lloyd	*Creed of Half Japan*
T.Herada	*Faith of Japan*
Col. Waddell	*Lamaism*
Shive Zen Aung	*A Compendiam of Buddhism*
Mrs. C.A.F. Rhys Davids	*Buddhist Psychology*
J.A.Graham	*On the Thresh-hold of three closed Lands*
H.G. Moule	*Spirit of Japan*
Mrs. C.A.F. Rhys David	*Buddhism*

ظاہر ہے کہ پالی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے مصنف کو صرف ترجموں پر بھروسا کرنا پڑا ہے اور اس لیے اس کی رائے میں جاننے کی خواہش کے باوجود طرح طرح کی غلطیوں کا امکان ہے۔

علم دوست اصحاب سے امید ہے کہ وہ اس طرح کے مسائل کو درگز فرمائیں گے اور اس مختصر کتاب سے زیادہ جامع کتاب اس موضوع پر لکھ کر اردو کو تہی دامانی کے الزام سے بچائیں گے۔ مصنف ان تمام اصحاب کا شکر گزار ہے جنھوں نے اس

کتاب کی تیاری میں مدد دی یا بودھ مذہب کی کتابیں فراہم کرنے میں اس کے لیے آسانیاں بہم پہنچائیں۔

(محمد حفیظ سید)
1942

حوالہ جات

1) Tripitaka I,II,III
2) Vinaya Pitaka
3) Sutta Vibhanga
4) Khandaka
5) Privara Path
6) Sutta Pitaka
7) Digha Nikaya
8) Maha Parini Bhana
9) Majjhima Nikaya
10) Sumyutta Nikaya
11) Amguttara Nikaya
12) Khuddaka Nikaya
13) Khuddak patha
)14 Dhamma-pada
15) Udana
16) Itti Vuthaka
(17) Sutta-Nipata
18) Vimana Vatthu
19)Petavatthu
20) Thera-gatha
21) Theri-gatha
22) Jataka
23) Niddesa
24) Pati sambhida
25) Apadana
26) Buddha Vansa
27) Cariya Pitaka
28) Dhamma Sangani
29) Vibhanga
30) Katha Vatthu
31) Puggala-Paunati
32) Dhatu Katha
33) Yamaka
34) Patthana

باب نمبر1

گوتم سے پہلے کا ہندوستان

ہمارا یہ ملک جسے ہم ہندوستان کہتے ہیں' ایک براعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بہت وسیع ہے' زرخیز ہے' اور مختلف اقوام کے لوگوں کا مسکن ہے۔اس کے اصلی باشندے کون تھے' اس کا پتا نہیں۔ لیکن آریہ نسل کے آنے سے پہلے یہاں دراوڑی نسل کے لوگ رہتے تھے۔ یہ وحشی اور جنگلی نہ تھے' بلکہ اپنی تہذیب' اپنا تمدن' اپنا تمدن' اور اپنی زبان رکھتے تھے۔ زمانہ حال کی تحقیقات 1ے نے ایسے آثار ڈھونڈو نکالے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو گئی ہیڑ کہ دراوڑ مہذب و متمدن زندگی بسر کرتے تھے اور بہت سی ایسی صنعتوں سے واقف تھے جو آج کل کے میکانکی دور میں حیرت انگیز معلوم ہوتی ہیں۔

آریہ کہاں سے آئے

ان دراوڑوں کو جنوب کی طرف ڈھکیلتی ہوئی شمال مغرب سے وہ قوم آئی جو آریہ کہلاتی ہے اور جس کی نسل سے ہونے کا ہندوستانی آبادی کا بڑا حصہ دعوے دار ہے۔ یہ لوگ کہاں سے' اور کس زمانے میں آئے ؟اس کے متعلق بھی اہل تاریخ میں اختلاف ہے۔ یعنی ناروے' سوئیڈن اور ڈنمارک سے آئے' اور یورپ کے اکثر ملکوں میں پھیلتے ہوئے کوہ قاف پہنچے' پھر ایران میں بسیرا لیتے ہوئے ہندوستان آئے۔ بعض تاریخ داں

کہتے ہیں کہ ان کا مولد وسط ایشیا ہے' اور یہ وہیں سے یورپ وایشیا میں پھیلے۔ فرشتہ 2 ے صفت' چند اہل تاریخ ایسے بھی ہیں' جولنکا کو حضرت آدم کا مولد بناکر' نسل انسانی کی ابتدا وہیں سے کرتے ہیں' اور آریہ کو ہندوستان سے ہوتاہوا وسط ایشیا تک لے جاتے اور پھر اپنی پہلی منزل کی طرف پلٹا لاتے ہیں۔ تازہ ترین تحقیق یہ بتاتی ہے کہ ان کا اصلی مولد وہ خطہ زمین ہے جس کو آج کل بو ہیمیا اور آسٹریا کہتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ آریہ یہیں سے یورپ اور ایشیا میں پھیلے۔

ان تمام مورخین نے اپنے بیانات کے ثبوت میں جو دلائل پیش کیے ہیں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنی بات پر سب متفق ہیں کہ آریہ شمال و مغرب کی طرف سے آئے اور تقریباً" تین ہزار سال قبل مسیح تک آتے رہے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ایک بار نہیں آئے بلکہ سینکڑوں برس تک مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں آتے رہے۔ اور جس جس طرح آبادی میں زیادتی ہوتی گئی یا نئے نئے ملکوں میں بسنے کی ضرورت پیش آتی گئی وہ شمالی ہند میں پورب کی طرف برابر بڑھتے رہے یہاں تک کہ پنجاب' یوپی اور بہار کے مغربی حصے ان کے مسکن خاص بن گئے اور "آریہ ورت" کے نام سے پکارے جانے لگے۔

مقدس کتابیں

اس زمانے کے حالات کا اگر کچھ پتا چل سکتا ہے تو آریوں کی ان مقدس کتابوں سے' جن کو وید کہا جاتا ہے۔

الف وید چار ہیں' رگ وید 3ے' یجہ وید 4ے' سام وید 5ے' اتھر وید 6ے۔

ان کی قدیم زبان سنسکرت ہے' جو موجودہ سنسکرت سے مختلف ہے۔ ہندوؤں کا خیال ہے کہ وید الہامی کتابیں ہیں اور یہ ابتدائے آفرینش میں جس کو 195588544 برس ہوئے پرمیشر کے خاص بندوں کے ذریعے ہم تک پہنچائی گئیں۔

وید زیادہ تر نظم میں ہیں اور ان کے اشعار منتر کہلاتے ہیں' ان منتروں کے مجموعے کو سنتھایا سنگھیتا کہتے ہیں۔ وید کے تمام اشعار یا منتروں کی کوئی تفسیر دستیاب نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ان کے مطالب کے بارے میں سنسکرت دانوں میں بڑے

بڑے اختلاف ہیں۔ پھر بھی ویدوں کے بعد سب سے قدیم کتب میں تفاسیر کا ایک ایسا سلسلہ موجود ہے' جن میں منتروں کے معنی اور مواقع استعمال بتائے گئے ہیں۔ اس سلسلہ تفاسیر کو برہمن کہتے ہیں۔

اس طرح رگ وید سے متعلق دو برہمن (تفسیریں) ہیں۔ آیترے اور کوشیکی۔ یجروید کی دو تفسیریں شت پتھ اور تیترے۔ سام وید کی تین تفاسیر ہیں' تانڈیا' سدویش اور چھاندوگیہ جبکہ اتھروید سے متعلق کوئی برہمن نہیں ہے۔

(ب) ویدوں اور برہمنوں کے علاوہ' دس اور مقدس کتابیں ہیں' جن کو اپنشد کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ کین' ہرشن' سنڈک' مانڈوکیہ' ایش' ا-ترے' چھانڈوگیہ' تیترے' برہدار نیک' اپنشد کے لفظی معنی ہیں بھید۔ یعنی اپنشد وہ اسرار الٰہی ہیں جن کے بارے میں جاننے سے اس ذات جل جلالہ' کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔

(ج) ان کے علاوہ ویدی ادب میں اپ وید بھی شامل ہیں' وہ چار ہیں۔

(1) دھروید یعنی فن حرب۔

(2) گاندھرو وید یعنی فن علم موسیقی

(3) ارتھ وید یعنی فن صنعت و حرفت

(4) آیور وید یعنی علم طب۔

(د) اس ویدی ادب کے کماحقہ' حاصل کرنے اور سمجھنے کے لیے حسب ذیل علوم کا جاننا ضروری ہے' ان علوم کو وید انگ کہتے ہیں۔

(1) سکھشا(علم تلفظ یا قرآت)

(2) چھند (عروض)

(3) ویاکرن (صرف و نحو)

(4) نیروکت (لغت و تشریح الفاظ)

(5) جیوتش (علم ہیت)

(6) کلپ یا دھرم شاستر(احکام مذہب)

ان کتب کے دیکھنے کے بعد جو باتیں اصولی حیثیت سے ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ

ہیں۔

ویدوں کا مذہب۔

یہ لوگ بہت ہی مذہبی تھے لیکن حقوق شہریت کا زیادہ لحاظ نہ کرتے تھے' غیر آریہ کا قتل وغارت 7۔ ان کے نزدیک کوئی جرم نہ تھا۔ فاتح مفتوح پر مالکانہ تصرف کر سکتا تھا۔ وہ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے اور قبیلے خاندانوں میں۔ دولت و امارت کے لحاظ سے بھی اختلاف و تفریق زیادہ نہ تھی۔ یعنی نہ کوئی خاص طور سے امیر تھا اور نہ کوئی بہت زیادہ غریب۔ وہ مختلف دیوتاؤں پر یقین رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ تمام اکثر مظاہر فطرت و قدرت انہی دیوتاؤں کا اظہار ہیں۔ مثلاً" اگنی (آگ) اندر (بارش) ورن (ہوا) وغیرہ۔ ان کے علاوہ ان سب سے اعلیٰ اور برتر ایک ذات کو بھی مانتے تھے جس کو وہ برہما کہتے تھے۔ آریہ سماجی اور سناتن دھرم مذاہب میں اسی میں اختلاف ہے کہ آیا یہ جو دیوتاؤں کے مختلف نام لیے گئے ہیں وہ برہما کے صرف صفات ہیں یا ان کی الگ ہستی بھی ہے۔ آریہ سماج دیوتاؤں کو الگ ہستی نہیں مانتے بلکہ ان ناموں کو برہما کے صفات مانتے ہیں۔ سناتن دھرم ان کو الگ ہستیاں بھی مانتے ہیں اور صفات بھی۔ اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ ویدوں کے زمانے میں نہ تو مورتیاں تھیں اور نہ مندر اور یہ دونوں چیزیں بعد میں بڑھائی گئی ہیں۔ برہما کو سب ازلی و ابدی مانتے ہیں۔ ذیل میں دیے ہوئے وید کے دو منتر اس کے شاہد ہیں۔

(1) "اس وقت نہ است تھا نہ ست۔ نہ زمین تھی نہ آسمان۔ کوئی چیز ان پر حاوی ہونے والی نہ تھی اور کس کے لیے کچھ ہوتا؟ یہ گہرا سمندر بھی اس وقت کہاں تھا۔

(2) "یہ دنیا جس سے پیدا ہوئی ہے وہی ایک اسے دھارن کرنے والا ہے جو اس وسیع آسمان میں ہے اور اس پر قادر ہے وہی اس کے بارے میں جان سکتا ہے"

ویدی آریوں کو روح کا بھی یقین تھا اور ان کا خیال تھا کہ روح ہمارے جسم سے ایک علیحدہ چیز ہے جو جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ لیکن ویدوں کے کچھ ہی دنوں بعد اس سادہ مذہب میں مختلف طرح کی رسوم شامل ہو گئیں' برہمن (تفسیرات

وید) انہیں رسوم پر مبنی ہیں۔

ان میں یگیہ یا یجن (قربانی) کرنے کا بڑا زور ہے۔ ہون ہر جگہ کا ضروری جزو ہے۔ ہون میں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے خوشبودار چیزیں جلائی جاتی ہیں اور خاص خاص منتر پڑھے جاتے ہیں۔

اپنشدوں میں زندگی اور موت کے مختلف مسائل پر فلسفیانہ اور عالمانہ بحث کی گئی ہے اور ان کا رجحان سراسر ویدانت (تصوف) کی جانب ہے۔ اور انہیں سے ہندوؤں میں "ہمہ اوست" اور "ہمہ ازوست" کا نظریہ رائج ہوتا ہے۔

ویدی مذہب میں تبدیلیاں

بدلتے حالات سے باہری تمدن اور اندرونی نسلی اختلافات کے اثرات اس مذہب پر پڑنے لگے اور ان میں بت پرستی پھیلی۔ مندر بنے اور ذات پات 8ے کی تفریق پیدا ہوئی۔ مذہبی پیشوا، برہمن، لڑنے والے اور راج کرنے والے چھتری، تجارت و زراعت کرنے والے ویش کہلانے لگے اور غیر آریہ قومیں اور نوکر چاکر شودر کے نام سے پکارے جانے لگے۔ مہا بھارت اور راماین جن زمانوں کا ذکر کرتی ہیں۔ ان میں آریوں کی سادہ زندگی میں تصنع و تکلف کا اضافہ ہوگیا تھا۔ وید کے زمانے میں شہر نہ تھے۔ لوگ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں منقسم تھے اور گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی میں بھی سوائے بزرگ خاندان کے رعایا پرجا کی تعریف نہ تھی، لیکن رزمیہ 9ے نظموں کے زمانے میں شہر بن گئے تھے۔ لباس و غذا، معاشرت و معاش کی سادگی جاتی رہیہ تھی۔

راعی و رعایا کا فرق ظاہر تھا۔ راجا کے مرنے کے بعد راج رعایا کا نہ سمجھا جاتا بلکہ اس وارثوں کا حق سمجھا جاتا۔ وہ اپنا ولی عہد خود چننے لگا تھااور اس کے پیچھے ور سپاہیوں کی فوج رہنے لگی تھی۔ مذہبی حیثیت سے بھی بقول لالہ لاجپت رائے "ویدوں کی ایشور پرستی پر دیوتاپرستی کا کلس چڑھ چکا تھا۔ ویدک دیوتاؤں کی جگہ وشنو اور شیو زیادہ ہر دل عزیز ہوگئے تھے۔ اور یگیوں کا سلسلہ بھی بہت پیچ در پیچ ہوگیا تھا۔ راماین میں مہاراج رام چندر جی کو اور مہابھارت میں شری کرشن کو وشنو کا اوتار کہا گیا ہے۔ یہ اوتاروں کا خیال بھی ویدک خیال نہیں"

انہیں گروہ روحانیین کے ساتھ ساتھ کچھ فلسفی بھی موجود تھے جو خدا کے قائل نہ تھے اور روح و مادے کو ازلی و ابدی مانتے تھے اسی گروہ سے آگے بڑھ کر جین مذہب 10 سے بنا۔

ان مختلف نظریوں کا یہ نتیجہ تھا کہ گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت صرف آریہ ورت انسانی حیات کے متعلق میں 62 نظریے رائج تھے۔ چنانچہ ویگ اور مجھم نکایہ میں جو گوتم بدھ کے مکالمے دیے ہوئے ہیں ان میں ان نظریوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر ایک کو باطل کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بدھ نے جو نظریہ ان امور کے متعلق پیش کیا ہے' وہی صحیح ہے۔ ان کی فہرست اختصار کے ساتھ یہ ہے۔

1 تا 4 ششت واد: وہ لوگ جو تین طرح کے دھیان کے ذریعے یا منطقی استدلال کی وجہ سے یہ یقین رکھنے لگے ہیں کہ دنیا کی ظاہری اور انفرادی روحیں غیر فانی ہیں۔

5 تا 8 الگ ستیکا: وہ لوگ جو چار طریقوں سے اس پر یقین رکھتے ہیں کہ بعض روحیں فانی ہیں اور بعض غیر فانی۔

(الف) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ خدا ازلی و ابدی ہے لیکن انفرادی روحیں ایسی نہیں ہیں۔

(ب) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ تمام دیوتا ازلی و ابدی ہیں لیکن انفرادی روحیں ایسی نہیں ہیں۔

(ج) وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ محض بڑے دیوتا ازلی و ابدی ہیں۔

(د) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جسم کی شکلیں فانی ہیں' لیکن کوئی ایسی چیز ہے جسے دل و دماغ یا شعور کہا جاسکتا ہے اور وہ ازلی و ابدی ہے۔

9-12- انت نیتکا: وہ لوگ جو محدود لا محدود کے متعلق منطقی بحثیں کرتے ہیں۔

(الف) وہ جو دنیا کو محدود جانتے ہیں۔

(ب) وہ جو دنیا کو لامحدود جانتے ہیں۔

(ج) وہ جو دنیا کو دونوں مانتے ہیں۔

(د) وہ جو دنیا کو دونوں نہیں مانتے۔

13-16 امرد کھیپکا: وہ لوگ جو بدی و نیکی کے بارے میں گول گول باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں -

(الف) کہیں ایسا نہ ہو کہ صاف صاف رائے ظاہر کرنے میں ان کو نقصان پہنچے۔

(ب) وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں انہیں اس طرح کی چیزوں سے لگاؤ نہ پیدا ہوجائے جس سے بعد میں تکلیف پہنچے۔

(ج) وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی اچھا مناظر ان کو قائل نہ کردے۔

(د) یا محض اس لیے مانتے ہیں کہ ان کے ذہن کند ہیں اور وہ بیوقوف ہیں۔

17-18 ادھک سمپتنیکا: ایسے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اشیا کی اصل بغیر کسی علت کے بتائے ہوئے بھی سمجھی جاسکتی ہے۔

19-50 ادھم ر گھتکا: وہ لوگ جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ روح مستقبل میں موجود رہے گی۔

(الف) سولہ طرح کے نظریات ہیں جو اس کے دعوے دار ہیں کہ موت کے بعد ایک شعوری وجود رہے گا۔

(ب) آٹھ طرح کے ایسے نظریات ہیں جن میں ایک غیر شعوری وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

(ج) آٹھ طرح کے ایسے نظریات ہیں جن میں اس قسم کے وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے جو شعوری و غیر شعوری کے مابین ہو۔

51-57 اچھیدواد: وہ لوگ ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ سات قسموں میں سے کسی ایک قسم کی روح ہے لیکن مرنے کے بعد بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ ابدی ہلاکت کے معتقد ہیں۔

58-64 دتھ دھم سنبھان واد: وہ لوگ ہیں جو اس کے مدعی ہیں کہ روح ہے اور اس دنیا میں اور جہاں کہیں بھی ہو مسرت کامل حسب ذیل طریقوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(الف) حواس خمسہ کے پورے اور مکمل استفادے اور لذت سے۔

(ب) ایک تفتیشی محویت یا استغراق کے ذریعے سے (پہلا جھان یا دھیان)
(ج) ایک غیر انتشاری ذہنی لذت یابی کے ذریعے جس میں تجسس و تحقیق کا کوئی میل نہ ہو۔ (دوسرا جھان یا دھیان)
(د) ایک ذہنی آسودگی کے ذریعے' جس میں نہ مسرت ہو' نہ درد ہو' اور نہ تجسس۔(تیسرا دھیان)
(ہ) ایک ایسی ذہنی آسودگی جس میں طہارت و پاکیزگی کا احساس بھی شریک ہو۔ (چوتھا جھان یا دھیان)

یہ فہرست گو بہت لمبی ہے لیکن ذرا غور و تامل سے یہ ظاہر ہوجائے گا کہ اسے مبالغہ آمیز نہیں کہا جاسکتا۔ بات یہ ہے کہ آریہ بوہیمیا' آسٹریا اور ہنگری سے چل کر ایشیا آئے۔ وہاں سے ایران و افغانستان اور کشمیر کو طے کرکے ہندوستان پہنچے۔ جہاں خود ایک مہذب و متمدن قوم موجود تھی' وہ جس جس طرح آگے بڑھتے جاتے تھے' انہیں نئے نئے خیالات اور نئے نئے نظریات سے سابقہ پڑتا جاتا تھا' یہاں تک کہ جب وہ بنگال کی سرحد تک مشرق میں اور ہمالیہ کے دامنوں تک شمال میں پہنچے تو انہیں مختلف طرح کے مابعدالطبیعاتی اور اخلاقی مسائل کے بارے میں مختلف نظریات ملتے جاتے تھے اور وہ ہر طرح کے نظریات کو اپنے فلسفے میں جگہ دیتے چلے جاتے تھے۔ اس لیے گوتم بدھ نے جو روح کے متعلق 62 نظریات بیان کیے ہیں وہ سب اس وقت موجود تھے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کی آسانی کے لیے ان تمام نظریوں کو اختصار کے ساتھ آج کل کی اصطلاح میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(1) Animism: ایسا گروہ جو روح کا قائل تھا اور اس کا کہنا تھا کہ بے جان چیزوں تک میں روح ہے۔ اس وجہ سے بت پرستی' ستارہ پرستی' آتش پرستی وغیرہ رائج ہوئی اور یہی لوگ بھوت پریت' دیوی دیوتا وغیرہ کے قائل تھے۔

(2) Polytheism کثرت پرستی: ایسا گروہ جو مظاہر قدرت میں روح مانتا تھا۔ (جیسا کہ ویدوں کے دیوتاؤں کے بارے میں مانا جاتا ہے) یا جو ایک سے زائد خدا کا قائل تھا۔

(3) Pantheism وحدت وجود اور ہمہ اوست کا عقیدہ' وہ گروہ جو ایک علت العلل روح کا قائل تھا اور اس بات کو مانتا تھا کہ سب اسی کے مظاہر ہیں۔ ویدانت کا فلسفہ' تصوف کی طرح' اسی نظریے پر مبنی ہے۔

(4) Dualism: وہ گروہ جو روح و مادے کو دو مستقل جوہر مانتا تھا۔ (جیسے کہ جین مذہب والے) انہیں کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جنہیں ہم مادیئین اور لذتیئن کہہ سکتے ہیں۔ ان سب میں جو امر مشترک تھا وہ یہ تھا کہ جسم و مادے سے الگ روح کوئی شے ضرور ہے۔ اور اس روح کی مکمل آسودگی و مسرت و راحت کے لیے مختلف طریقے بتائے جا رہے تھے۔ کوئی ہون پر زور دیتا تھا' کوئی قربانی پر' کوئی بتوں کی پرستش پر' کوئی ارواح خبیثہ کے منانے پر' کوئی دھیان و گیان پر تو کوئی جسم کو طرح طرح کے آزار پہنچانے' اور خود کشی کر لینے پر۔

گوتم کی پیدائش۔

غرض گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت کا ماحول یہ تھا کہ لوگ ویدوں کے کتب الٰہی ہونے کا یقین رکھتے تھے' سنسکرت کو دیوبانی زبان مانتے تھے۔ منو کے قانون کے مطابق عوام کو اس کے حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی۔ روزمرہ کی زندگی کے لیے ایک نئی طرح کی زبان بولی جاتی تھی جسے پراکرت کہتے تھے۔ یہ پراکرتیں ہر صوبے کی الگ الگ تھیں۔ اور بہار و دامن ہمالہ میں پالی زبان کا رواج تھا۔ مذہب میں رواسم کا زور تھا قربانی' ہون' اور یگیہ کی کثرت تھی۔ نسل کی پاکیزگی کے خیال میں شدت تھی' ذات پات کی بندشیں سخت ہوگئی تھیں۔ پیشے خاندانی ہوگئے تھے' مذہبی پیشواؤں نے برہمن کا لقب اختیار کرکے نجات و آخرت کا اپنے کو واحد مالک و مختار (ٹھیکیدار) تسلیم کرا لیا تھا۔ راہب' سادھو' جوگی' رشی' جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے لگے تھے۔ روح میں یقین عام تھا' تناسخ کا ہر شخص قائل تھا۔ دیہاتیوں کی زندگی میں اب بھی سادگی تھی اور کھیت زیادہ تر مشترکہ تھے لیکن شہروں کی زندگی میں تصنع و تکلف تھا' ملک مختلف حصوں میں تقسیم تھا۔ چھوٹے چھوٹے راجا تھے جو آپس میں لڑا کرتے تھے اور ایک بڑی سلطنت

کے قیام کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ رعایا اور راعی کا فرق نمایاں ہو گیا تھا اور عوام جن میں ویش اور شودر شریک تھے' اپنی بے چارگی اور بے بسی محسوس کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں گوتم بدھ نے اخلاقی تعلیمات کا ایک ایسا درخشاں مرقع پیش کیا کہ جس سے قدامت پسندی کی نظر میں خیرگی پیدا ہو گئی۔ ہندوستانی زندگی میں ایک انقلاب عظیم ہوا اور ملک میں مساوات و اخوت کی لہر دوڑ گئی۔

حوالہ جات

1) تاریخ فرشتہ
2) یورپین مورخین اس دعوے کو نہیں مانتے اور وہ مختلف دلائل کے ذریعے ویدوں کا زمانہ قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ رگ وید کو سب سے پرانا تسلیم کرتے ہیں اور اس کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے ڈھائی تین ہزار برس پہلے بتاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ویدوں کے مختلف حصے مختلف زمانوں میں بنائے اور لکھے گئے ہیں۔
3) ویدی ادب کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ لالہ لاجپت رائے کی تاریخ ہند حصہ اول پر مبنی ہے۔
4) رائس ڈیوڈس
5) لاجپت رائے
6) کاموں کے لحاظ سے اس طرح کی تقسیم رگ وید کے پرش منتر میں موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "برہمن اس کا (لاشعور کا) منہ ہے۔ چھتری (بازو) ویش (ٹانگیں) اور شودر (پاؤں) لیکن اس سے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ ذات پات کی سخت پابندیاں اسی وقت سے عائد تھیں۔ یہ پابندیاں خاص طور سے منوشاستر کے بعد بڑھی ہیں۔
7) رامائن اور مہابھارت۔
8) جین مذہب کے اصلی بانی پارس ناتھ تھے جو آٹھویں صدی ق' م میں پیدا

ہوئے مگر اس کی خاص تنظیم مہاویر درد ہمان نے کی۔ یہ 599 ق'م میں پیدا ہوئے اور دسالی کے حاکموں کی نسل سے تھے۔ ان کا انتقال 572 ق' م میں ہوا' جین مادہ اور روح دونوں کو ازلی و ابدی مانتے ہیں اور خدا کے موجود بالذات ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ یہ چوبیس تیر تھنکروں (ہادی) کے قائل ہیں۔ ان میں سے مہاویر آخری تیر تھنکر تھے۔ ان کے دو فرقے ہیں۔ ڈ یگمبر اور سو تمبر۔ ڈ یگمبر ننگے رہتے ہیں اور سو تمبر سپید چادر سے جسم کو ڈھکتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہنسا (کسی جاندار کو نہ ستانا) سچ بولنے' چوری نہ کرنے' توہم پرستی چھوڑنے اور پاک زندگی بسر کرنے سے سوکش (نجات) حاصل ہوتی ہے۔ یہ خود کشی کو سب سے بہتر موت سمجھتے ہیں اور اپنے جسم کو آزار دینا ان کے نزدیک سب سے اچھا کام ہے۔ جین لفظ جن سے بنا ہے۔ مہاویر کو جن کا درجہ حاصل ہوا اس لئے ان کے ماننے والے جینی کہلائے۔

9) رائس ڈیوڈس۔ امریکن تقریریں۔ بودھ مذہب اس کی تاریخ اور اس کا ادب صفحہ 31-33

باب نمبر2

سوانح حیات

اس وقت کے ہندوستان میں کپل وستو کے مقام پر جو بنارس سے ایک سو میل اتر پورب میں دریائے روہنی 1ـ کے کنارے واقع تھا' حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پانچ سو برس پہلے ایک آریہ قبیلہ ساکھیہ 2ـ رہتا تھا۔ اس قبیلے کے پورب میں لچاوی قبیلہ رہتا تھا۔ وہ سلطنت تھی جو بعد میں مگدھ کے نام سے بڑھنے اور مشہور ہونے والی تھی۔ ساکھیہ کے اتر میں مغل قوم کے بنجارے رہتے تھے اور پچھم میں آریہ ورت تھا۔ مغرب جو ساکھیہ کا قریب ترین ہمسایہ بھی تھا میں سراوستی کا راجا رہتا تھا۔ اس میں اور مگدھ کے راجا میں ہمیشہ رسہ کشی ہوتی رہتی تھی اور اس طرح ساکھیہ قبیلہ ایک حد تک درمیانی دیوار ہونے کی وجہ سے آزاد تھا۔ اس قبیلے کے لوگ زیادہ تر مویشیوں کو چراتے اور دھان کی کاشت کرتے تھے۔ ان کھیتوں کے لیے پانی ایک اور ندی سے لیتے تھے جسے ہان کہتے تھے اس ندی کے اس پار ایک اور قبیلہ رہتا تھا جو کولین کہلاتا تھا۔

پیدائش

اس کولین قبیلے کے راجا کی دو لڑکیوں کی شادی ساکھیہ قبیلے کے راجا شدودھن سے ہوئی۔ بدقسمتی سے ان میں سے کسی کے بطن سے ایک زمانے تک کوئی اولاد نہیر

ہوئی۔ بالا آخر بڑی دعاؤں' قربانیوں اور منتوں کے بعد بڑی بہن 3۔ جب 45 برس کی ہوئی تو اسے حمل رہا۔ جب زمانہ ولادت قریب آیا تو وہ اس ارادے سے میکے چلی گئی کہ بچہ وہیں ہو۔ لیکن جب رانی لمبینی 4۔ باغ میں پہنچی تو جسم میں درد کی لہریں بڑھنا شروع ہو گئیں اور وہ مجبوراً" ایک درخت کے نیچے لیٹ گئی اور اس طرح وہ بچہ کہ جس نے آئندہ گوتم بدھ کے نام سے مشہور ہونا تھا' زیر آسمان پیدا ہوا۔ راجا شدودھن کو خبر دی گئی' جشن منایا گیا اور زچہ و بچہ کپل وستو واپس لائے گئے۔

بدھ کی ماں مایا ولادت کے ساتویں دن اس دنیا سے سدھار گئیں اور بچے کی تربیت سوتیلی ماں یا حقیقی خالہ کے ذمے رہی۔ یہ مبارک ولادت 634 قبل مسیح 5۔ یا 568 قبل مسیح میں ہوئی۔

اس امر میں روایات میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا سب سے پہلا نام سدھارتھ ہے یا گوتم۔ لیکن موجودہ تحقیق یہ بتاتی ہیں کہ سدھارتھ کے متعلق شک کی گنجایش ہے اور گوتم کے متعلق اس کے ثبوت موجود ہیں کہ وہ ابتداء عمر تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ سدھارتھ البتہ خطاب معلوم ہوتا ہے۔ یہ خطاب بھی اسی طرح کا ہے جس طرح بعد میں انکے ماننے والوں نے انہیں اور بہت سے خطاب دیئے۔ مثلاً" ساکھیہ منی' ساکھیہ سنہا' سگیتم وستھا' جن بھاگوا' لوک ناتھ اور دھم راج وغیرہ۔ اس لیے اس جلیل القدر ہستی کو گوتم ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

شادی

گوتم بدھ کے بچپن کے حالات مستند کتابوں میں نہیں ملتے۔ جو حیرت انگیز تفصیلات اس زمانے متعلق ملتی ہیں وہ بعد کی عقیدت مندی کا نتیجہ ہیں۔ بہرحال اتنا مسلم ہے کہ بچپن ہی میں ان کی شادی ایک شہزادی سے' جو حسین ومہ جبیں تھیں اور جو غالباً" گوتم کی ماموں زاد بہن تھی کروی گئی تھی۔ اس بیوی کے نام کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ لیکن اجماع اس بات پر ہے کہ وہ سوبھدرا' کنکنایا یشودھرا کہلاتی تھیں۔ دکھنی بودھی کتابیں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتی ہیں لیکن چینی بودھ تین بیویاں بتاتے ہیں۔ یشودھرا' گوتمی اور منوہرا۔ تبت والے بھی تین بیویاں ہی بتاتے ہیں لیکن ان کے

کچھ نام مختلف ہیں۔ یشودھرا اور گوپیا اور اتپا للانا یا مرگاجا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یشودھرا کو بدھ کی شہرت اور خود اس کی نیکی کی وجہ سے مختلف خطابات دیئے گئے اور بعد میں انہیں خطابات نے مختلف شخصیتوں کی صورتیں اختیار کرلی ہیں۔ چنانچہ آج کل کے مورخین صرف یشودھرا کو' جو ہر روایت میں مشترک ہے ان کی بیوی مانتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ گوتم کا بیٹا راہل انہیں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ شادی کے بعد سے انیسویں سال تک گوتم کے حالات کا سوائے ایک مبالغہ آمیز حکایت کے کوئی پتا نہیں چلتا۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے وہ قصہ درج ہے۔

فنون جنگ

راویان بودھ مذہب کا بیان ہے کہ گوتم نے جب جوانی میں قدم رکھا تو انہوں نے اس زمانے کے ان تمام علم و فنون کو حاصل کرنا ترک کردیا جن کا ایک جاننا شہزادے کے لیے ضروری تھا اور اپنا سارا وقت مہ جبیں یشودھرا کی پرستاری حسن میں صرف کرنے لگے۔ وہ اندرون محل کی رنگ رلیوں میں اس طرح محو ہوگئے کہ انہوں نے باہر آنا جانا ترک کردیا۔ یہ بات خاندان کے مردوں کو بہت بری لگی اور وہ راجا شدودھن کے پاس شکایت لے کر پہنچے کہ "اگر صاحب زادے کے یہی ڈھنگ رہے تو ہم پر راج کر چکے" جب اس شکایت کی خبر گوتم کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے خاص طور سے ایک دن اپنے تمام ہنر دکھانے کا مقرر کیا اور راج بھر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا گیا کہ شہزادے سے جس فن میں جس کا جی چاہے اس دن آکر مقابلہ کرلے۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق آئے اور شہزادے سے مقابلے کئے لیکن ہونے والے بدھ اس وقت کے تمام سپاہیانہ ہنروں میں جن کی تعداد 16یا18 بتائی جاتی ہے سب سے بازی لے گئے اور سب کو مان لینا پڑا کہ راج میں وہ سب سے سورما اور جواں مرد ہیں 6۔

اس واقعے کے بعد 29 سال تک کی زندگی کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں۔
اس سال سے گوتم میں وہ ذہنی انقلاب رونماء ہوا جس نے ان کی ساری زندگی بدل دی۔ عقیدت مندوں کا بیان ہے کہ اس سال ایک دیوی ان کے سامنے چار بھیس بدل کر آئی۔ پہلے ایک بوڑھے کسان کی صورت میں' پھر ایک مریض کی شکل میں' تیسری

بار ایک سڑی لاش کی حیثیت سے اور چوتھی بار ایک سادھو کے قالب میں۔ بودھ مذہب کےماننے والوں کا یہ بیان انتہائی عجیب لگتا ہے کہ اس وقت تک گوتم نے یہ چیزیں دیکھی نہ تھیں۔ اور اب بھی جو نظر آئیں تو سوائے ان کے اور ان کے مصاحب خاص چنا کے کسی نے نہ دیکھا۔

ظاہر ہے کہ آج کل کی دنیا میں وہ لوگ جو دیوی دیوتاؤں پر یقین نہیں رکھتے وہ ان تمام بیانات کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتے۔ لیکن ان بیانات سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ گوتم محل میں رنگ رلیوں میں سارا وقت نہیں صرف کر رہے تھے بلکہ انہیں زندگی اور اس کے مسائل کے حل کے بارے میں خاص فکر تھی اور اپنے مصاحب چنا سے ان امور پر بحث کیا کرتے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ اسی سلسلے میں انہوں نے کسی دن کسی مریض یا ضعیف' یا مردے کو دیکھ لیا ہو اور اس سے زندگی کی تلخ حقیقت کا رنگ اور زیادہ گہرا ہو گیا ہو۔ اتفاق سے یہ زمانہ وہ تھا جب ان کی بیوی حمل سے تھی اور خود گوتم کے گھر میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہونے والا تھا۔ بہرحال زندگی اور اس کے مسائل کے حل کی طرف ان کی توجہ کا مبذول ہوجانا ایک فطری سی بات ہے۔ پھر عنفوان کی شادی اور جوانی کی گرمیوں کے ٹھنڈا پڑ جانے کے بعد متانت کا بڑھ جانا اور تفکر کا زیادہ ہوجانا یقینی ہے۔ غرض وہ سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہ ایک تارک الدنیا جوگی سے بھی ملاقات اور گفتگو کی نوبت آگئی۔ اس طرح کے بزرگ سے سوائے اس کے اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے گوتم پر دنیا کی بے ثباتی ظاہر کی ہوگی۔ اسے مایا کا جال بتایا ہوگا۔ یہی ترغیب دی ہوگی کہ وہ ان بندھنوں کو توڑ کر کہیں جنگلوں میں جاکر تپسیا کریں اور ابدی مسرت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

راہل کی پیدائش

چنانچہ راویوں کا بیان ہے کہ گوتم اسی مرد فقیر سے گفتگو کرنے کے بعد باغ میں جاکر بیٹھے ہوئے زندگی کے اس جنجال سے چھوٹنے کے مسئلے پر غور ہی کررہے تھے کہ خبر ملی کہ ان کی بیوی کی امیدوں کے باغ میں پھل آیا ہے اور لڑکا پیدا ہوا ہے۔ گوتم پر جو اس خبر کا اثر ہوا وہ دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے یہ خبر سننے کے

بعد جو سب سے پہلا فقرہ کہا وہ یہ تھا کہ "مجھے یہ نیا اور مضبوط رشتہ بھی توڑنا پڑے گا" دوسرے جب وہ گھر پلٹے تو خوش نہ تھے بلکہ متفکر و مغموم تھے۔

شہر میں چراغاں تھا' محل کے پھاٹک پر شادیانے بج رہے تھے لوگ ایک دوسرے کو خوش ہوکر تہنیت دے رہے تھے۔ مگر نیا باپ پریشان تھا' الجھنوں میں گرفتار تھا۔ زنانخانے میں داخل ہوتے وقت ایک چنچل سالی نے ایک گیت سے خیر مقدم کیا' جس میں اس بات کی تکرار تھی کہ "سب خوش ہیں' باپ خوش' ماں خوش اور وہ بیوی جس کا شوہر فرد فرید ہے اور بیٹا چاند کا ٹکڑا"۔ گوتم کو "خوش" کا لفظ ایسا بھایا کہ انہوں نے گلے کا ہار اتار کر اس نازنین کو پہنا دیا۔ وہ تو یہ سمجھی کہ منظور نظر بنی اور یہی سوچتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ سچی خوشی حاصل بھی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

ترک دنیا

اسی شب میں بارہ بجے گوتم نے چنا کو رتھ تیار کرنے کا حکم دیا' اور خود بیوی اور بچے پر الوداعی نظر ڈالنے اپنے کمرے میں گئے۔ دونوں میٹھی نیند میں تھے۔ جی چاہا کہ پارہ جگر کو آغوش مادر سے اٹھا کر اپنے کلیجے میں بھر لیں' لیکن پائے استقلال میں لغزش کے ڈر سے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روک دیا' اور دونوں محبوبوں پر حسرت بھری نظر ڈال کر دولت و ثروت' جاہ و حشمت' تخت و تاج کو ٹھوکر مار کر محل سے باہر نکل گئے۔

وہاں چنا رتھ کے ساتھ موجود تھا۔ بس سمندن باد پا کو تیز بھگاتے ہوئے اپنی ریاست پار کی' اور سسرال کے راج کی آخری حدود سے باہر نکل کر انوماندی کے کنارے آکر رکے۔ وہاں انہوں نے سارے جواہرات اور شاہی کپڑے اتار کر چنا کے حوالے کیے کہ انہیں رتھ کے ساتھ واپس لے جائے۔ اس وفادار نے سمجھانے کی کوشش کی' مگر ان کے تو دل کو لگی تھی' وہ بھلا کہاں سماعت کرنے والے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اچھا تو مجھی کو پہلا چیلا بنایئے مگر انہوں نے نہ مانا۔ ماتا پتا کو اطلاع دینا ضروری تھا' وہ چنا کے گئے بنا ممکن نہ تھا۔ مجبوراً اسے تعمیل حکم کا وعدہ کرنا ہی پڑا۔ انہوں نے اپنے لمبے بال کاٹ ڈالے اور ایک راہرو سے کپڑے بدل کر' چنا کو چھوڑ کر راج گڑھ کی گھاٹیوں کی طرف چل دیے۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل گھر سے راہ اس نے جنگل کی لی

ریاضت

راج گڑھ جو اس وقت مگدھ کا دارالسلطنت تھا' یہ ایک ایسی وادی میں واقع تھا جس کے چاروں طرف پہاڑیاں ہیں۔ ان پہاڑیوں میں اس وقت کے بڑے بڑے راہب اور درویش رہتے تھے۔ اور ان کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک تھا۔ گوتم انہیں بزرگوں میں سے ایک کی خدمت میں' جن کا نام نامی الارہ تھا' حاضر ہوئے اور ان سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب الارہ کا نظریہ انہیں مطمئن نہ کر سکا تو دوسرے فلسفی ادرک سے درس لیتے اور ہندو فلسفہ زندگی سیکھتے اور سمجھتے رہے۔ اس وقت اس فلسفے کے چھے مدرسے رائج تھے اور ان میں سب سے زیادہ ریاضت و جسم آزاری کا اصول مقبول عام تھا۔ چنانچہ گوتم نے حلقہ درس چھوڑا اور ارولا' جنگل میں جو بدھ ہوگیا کے قریب ہے' چھے برس تک پانچ چیلوں کے ساتھ طرح طرح کی ریاضت و جسم آزاری کی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ .وہ گھل کر کانٹا ہوگئے۔ آخرکار ایک دن جب وہ مابعدالطبیعیاتی مسائل پر غور کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ٹہل رہے تھے' کمزوری و لاغری کی وجہ سے گر کر بیہوش ہوگئے۔ جب شاگرد ہوش میں لائے تو گوتم نے جسم آزاری اور ریاضت ترک کر دی اور اسی دن سے پھر کھانا پینا شروع کردیا۔ اس کا اعلان کردیا کہ تپسیا اور ریاضت ان مسائل کا کوئی تسکین دہ حل پیش نہیں کرسکتی۔ پانچوں شاگرد ان کی اس حرکت پر بہت خفا ہوئے اور انہیں گم کردہ راہ سمجھ کر ساتھ چھوڑ کر بنارس چلے گئے۔

دماغی انتشار

شاگردوں کے جانے کے بعد گوتم حد درجہ دماغی ہیجان اور روحانی بے اطمینانی میں گرفتار

رہے۔ ان کی اس کیفیت کو بودھ مذہب کی کتابیں روشنی اور تاریکی کی طاقتوں کے مقابلے کی صورت میں پیش کرتی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "جب نجات دہندہ عالم اور شہزادہ خبائث کے درمیان جنگ چھڑی تو ہزاروں خوفناک ستارے ٹوٹ کر گرے۔ بادل گھر آئے اور تاریکی پھیل گئی۔ سمندر زلزلوں کے جھٹکوں کی وجہ سے بلند ہوگیا' دریاؤں کا دھارا مخزنوں کی طرف پلٹ گیا' پہاڑوں کی وہ چوٹیاں جن پر لاتعداد درخت صدیوں سے اگ رہے تھے پاش پاش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ایک طوفان عظیم نے سارے عالم میں تلاطم بپا کیا۔ تصادم کا شور آفت خیز اٹھا خود سورج نے اپنے کو بھیانک تاریکی میں چھپا لیا اور بے سر کے بھتنوں کی کثرت سے فضا مکدر ہو گئی 8۔"

ان مبالغہ آمیزیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ گوتم نے جب تپسیا اور جسم آزاری کے ذریعے گوہر مراد نہ پایا اور انہیں وہ اطمینان قلب نہ نصیب ہوا جس کی تلاش میں انہوں نے تخت و تاج اور بیوی بچہ چھوڑا تھا تو وہ حد درجہ مایوس اور شکستہ دل ہوئے اور فطری طور پر ان کا جی چاہا ہوگا کہ رواقیت (Stokism) کی جگہ لذتیت (Epicurianism) پر عمل کریں اور ان کے قلب و دماغ میں ایک ہنگامہ سا برپا رہا ہوگا۔ اس کیفیت کو بے وفا شاگردوں کے چھوڑنے نے اور بڑھا دیا ہوگا۔ بہرحال وہ حددرجہ پریشان مضطرب رہے اور اس دن یا دو ایک روز بعد نرنجارا ندی کے ساحل کی طرف چل پڑے۔ دن کا کھانا پاس کے گاؤں کی ایک لڑکی نے جس کا نام سنجاتا 9۔ تھا انہیں لاکر دیا' وہ ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور کھانے کے بعد بھی وہیں بیٹھے غور کرتے رہے۔

بدھ ہونا۔

دماغی ہیجان اور روحانی کشمکش برابر جاری رہی' یہاں تک کہ دن ڈھلا اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ دفعتہ" سورج کی آخری کرنوں کے ساتھ ساتھ گوتم کے ذہن میں ایک چمک سی پیدا ہوئی اور انہوں نے باطن کے اس اجالے میں وہ حل پالیا جس کی جستجو میں وہ اتنے دنوں سے مصائب و آزار جھیل رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ جیسے ان سے کوئی کہہ رہا ہے کہ صرف صفائے باطن اور محبت خلق ہی میں فلاح ابدی کا راز مضمر ہے اور

انسانی تکالیف سے چھٹکارا پانے کے یہی دونوں ذریعے ہیں۔ اسی نوری کیفیت اور ارتقاء یا انکشاف کے بعد وہ بدھ یا روشن ضمیر کہلانے لگے اور یہ درخت بودھی پیڑ کہا جانے لگا۔

اس کے بعد کی حالت گوتم کے الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے ”جب میں نے یہ جان لیا تو میری روح خواہش کی برائیوں سے دنیاوی زندگی کی آلائش سے اور غلطی و جہالت کے مسائل سے آزاد ہوگئی تو اس آزاد کو اپنی آزادی کا علم ہوا۔ دوبارہ جنم لینے سے چھٹکارہ مل گیا۔ مقدس دور ختم ہوگیا اور فرض پورا ہوا۔ میں اس دنیا میں پھر نہ آؤں گا یہ میں نے جان لیا10ے>۔

اب گوتم کے سامنے یہ سوال تھا کہ وہ اس حل کو اپنے تک ہی محدود رکھیں یا ایک پیغام کی صورت میں سارے عالم کو پہنچائیں۔ وہ جانتے تھے کہ ”آریہ ورت“ میں برہمنوں کا بڑا اثر ہے اور انہی کے نظریات مقبول عام ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ انہوں نے جسم آزاری اور تپسیا کو ترک کرکے عوام میں خود کو مطعون اور بدنام کرلیا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کا اپنے مشن میں کامیاب ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ ان کے دل میں جو محبت عالم لہریں لے رہی تھی اس نے گوشہ عافیت میں بیٹھنے کی سختی سے مخالفت کی اور وہ یہ ارادہ کرکے اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ اپنا حل' اپنا نظریہ دنیا کے فائدے کے لیے ضرور پیش کریں گے' تاکہ ان کی طرح ہر ایک کو بار بار جنم لینے سے چھٹکارہ ملے اور ہر ایک ابدی سکون و راحت حاصل کرے۔

غرض کہ ان کے اس مشن نے انہیں متحرک کر دیا اور وہ اس کی اشاعت کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے وہ اپنا پیغام اپنے استادوں الارہ 11ے اور ادرک کو پہنچائیں گے لیکن ان کی کٹیوں پر پہنچ کر معلوم ہوا وہ اس دنیا سے سدھار چکے ہیں۔ اب انہوں نے اپنے بے وفا چیلوں کی طرف رخ کیاجو بنارس میں تھے۔ ان کے یہاں راہ میں جاتے ہوئے ایک جانے پہنچانے برہمن اوپک سے ملاقات ہوئی اس نے جب بدھ کا خوشی سے چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تو پوچھا”خوش خوش کہاں جارہے ہو“ بدھ نے جواب دیا ”میں اعلیٰ ترین قانون کا پہیہ چلانے جا رہا ہوں 12ے> برہمن بدھ کے اس جواب سے زیادہ خوش نہ ہوا کیونکہ وہ جب تپ کا قائل تھا اور بدھ کو

اس لحاظ سے بد مذہب خیال کرتا تھا۔ لیکن گوتم نے اس کی بات کا کوئی اثر نہ لیا اور آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ روشن ضمیری کے دوماہ بعد' ایک دن غروب آفتاب کے وقت' بنارس سے تین میل شمال میں مگاویہ 13ے کے مقام پر پہنچے۔ یہاں اس وقت ایک دشت غزالاں تھا اور یہیں ان کے بیوفا چیلے مقیم تھے۔

ست عقیدہ شاگرد 14ے استاد کو آتا دیکھ کر تعظیم کے لیے نہ اٹھے اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ بد مذہب فقیر ہمارے پاس آئے تو اسے صحبت میں شریک نہ کیا جائے بلکہ اس سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا جائے۔ گوتم نے ان کے انداز سے محسوس کر لیا کہ وہ ان لوگوں کی نظروں میں تپسیا ترک کرنے کی وجہ سے قابل احترام نہیں رہے اس لیے ان سے مخاطب ہو کر کہا "تم لوگ اب تک موت کے پھندے سے نہیں چھوٹے ہو اور غم و آلائم و مصائب و تکالیف نے تمھارا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ لیکن میں نے ایک ایسا راستہ پا لیا ہے کہ اب سارے عالم کی رہائی کر سکتا ہوں۔

ان کج اعتقادوں کو یقین نہ آتا تھا۔ گوتم نے اسی وقت ان کو اپنا پورا نظریہ سمجھایا۔ جس طرح بدھ نے یہ نیا مذہب ان چیلوں کو اپنے سب سے پہلے وعظوں میں سمجھایا تھا' "دھم کرتی پوتن سوت" میں موجود ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ رائیس ڈیوڈس نے Buddist Suttras کے نام سے کیا ہے۔ ان کی تفصیلی بحث بدھ کی تعلیمات کے سلسلے میں آئے گی۔ لیکن تسلسل داستان کے لیے ان کا لب لباب منشی امیر احمد علوی صاحب کی بے مثل اردو میں سن لیجیے۔

خلاصہ وعظ

جو چیز جسم رکھتی ہے وہ مادے سے بنی ہے۔ مادہ غیر مستقل اور فانی ہے' اس لیے ہر جسم رکھنے والی چیز میں فنا کے جراثیم موجود ہیں۔ انسان حیات جسمانی رکھتا ہے۔ اور اس کو فنا سے چارہ نہیں ہے۔ غم' کمزوری' بیماری اور موت فنا کے مدارج ہیں۔ جب تک ناپاک خواہشیں باقی ہیں۔ حرص' فکر اور آرزو کا ساتھ رہے گا یعنی غم اور کمزوری نصیب ہوگی۔ جسم کو تکلیف پہنچا کر خواہش کو ختم کرنے کی کوشش خطرناک ہے' کیونکہ اس سعی میں اگر زندگی ختم ہوگئی تو موت اضطراری ہوگی اور آواگون سے نجات نہ

ملے گی۔

جو چیز انسان کا تعلق مادی دنیا سے رکھتی ہے وہ دل کی برائی ہے' جب تک دل میں ذرہ برابر بدی باقی رہے گی دنیا کا علاقہ قطع نہ ہوگا۔ دل کی بدی کے ساتھ نیک اعمال فائدہ بخش نہیں کیونکہ نیکی کا ثمرہ ملے گا مگر بدی کی جزا میں دوبارہ زندگی اور موت کی مصیبت جھیلنا ہوگی۔ اور اس جنم میں معلوم نہیں نیکی کی توفیق ہو یا نہ ہو' اس لیے بغیر جسم کو تکلیف پہنچائے خواہشوں کو دور کرنا اور دل کو تمام عیبوں سے صاف کرنا نجات کے لیے ضروری ہے۔ ہر ایک خواش کا ہلاک کرنا لازمی ہے۔ عدم وجود کی خواہش بھی اتنی ہی خطرناک ہے جتنی کہ وجود کی۔ لہٰذاء نیک اعتقاد' نیک نیت' نیک قول' نیک فعل' نیک زندگی' نیک کوشش' نیک خیال اور نیک مراقبے سے <نروان> حاصل کرنا چاہیے یعنی تمام قوائے بدنیہ بے حس کردی جائیں اور زندگی موت کی مترادف بنالی جائے۔

مندرجہ بالا آٹھ نیکیوں کو عمل میں لانے اور بام نروان تک رسائی حاصل کرنے کے لیے چار زینے ہیں۔ پہلی سیڑھی دل کی بیداری ہے۔یعنی غم اور شادی کا راز دریافت کرنے کی طلب۔ جب تلاش حق میں مرشد کامل تک رسائی ہوگئی تو یہ درجہ طے ہوگیا۔ دوسری سیڑھی ناپاک شہوات کو ترک کرنا اورعوض لینے کا خیال دل سے نکال ڈالنا ہے۔ جب اس عہد پر ثابت قدم ہوا تو دوسرا زینہ بھی طے ہوگیا۔ تیسری سیڑھی جہالت' شک و غصہ' حرص اور تمام کمینہ خصلتوں کو دور کرنا ہے۔ جب ان نقائص سے پاک ہوا تو لوح دل صاف ہوئی اور تیسرا درجہ حاصل ہوگیا۔ آخری سیڑھی عشق و محبت کا سینہ بے کینہ پر نقش کرنا ہے۔ جس طرح ماں اپنی جان خطرے میں ڈال کر اپنے اکلوتے بچے کی نگرانی اور نگہبانی کرتی ہے اسی طرح طالب نجات کو ہر جاندار پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہوجانا چاہیے۔جس دشمن کو پہلے مغلوب کرنا چاہیے وہ خواہش نفسانی ہے اور آخری مہم عالم گیر عشق و الفت کا سوتے جاگتے دھیان رکھنا ہے۔نہ قربانی کی ضرورت ہے نہ برہمنوں کی امداد کی' ہر انسان کی نجات خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔

پانچ دن تک یہ مواعظ جاری رہا' چیلوں کے شکوک رفع ہوئے۔ وہ گوتم پر ایمان

لائے اور انہوں نے حلقہ عقیدت میں باقاعدہ شرکت کی خواہش کی۔ بدھ گھوش نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ ایک چھوٹی سی رسم ادا کی گئی اور وہ باقاعدہ سنگھ (انجمن) میں داخل کر لیے گئے۔ اسی دن سے سنگھ قائم ہوا اور اس میں داخلے کے وقت ہر ایک کو کہنا پڑتا ہے کہ میں بدھ میں پناہ لیتا ہوں' میں شریعت میں پناہ لیتا ہوں' میں سنگھ میں پناہ لیتی ہوں۔

گوتم نے اس وشت غزالاں میں تین ماہ قیام کیا اور ان کی روزانہ زندگی بدھ نے اپنی تفسیر میں یوں بیان کی ہے۔

روزانہ زندگی

"گوتم صبح تڑکے (تقریباً پانچ بجے) اٹھتے تھے اور ذاتی حاشیہ بردار کو تکلیف نہ دینے کے خیال سے پکارتے نہ تھے بلکہ خود ہی ہاتھ منہ دھو لیتے تھے اور کپڑے پہن لیتے تھے' اس کے بعد بھیک مانگنے والے دورے سے قبل وہ کہیں تنہائی میں رہتے تھے اور مرقبہ کرتے۔ جب وہ وقت آجاتا تو وہ تینوں کپڑے (جو پبلک میں سنگھ کی ہر فرد کو پہننا پڑتا تھا) پہنتے اور بھیک کا ٹھیکرا ہاتھ میں لے کر کبھی تنہا اور کبھی چیلوں کے ساتھ پاس والے گاؤں یا قصبے میں بھیک مانگنے کی غرض سے کبھی کرامتیں دکھاتے ہوئے کبھی ویسے ہی تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ان کے آگے آگے ٹھنڈی ہوائیں راستہ صاف کرتی ہوئی چلتی تھیں۔ پانی کے قطرے آسمان سے خاک بٹھانے کے لیے گرتے تھے۔ ابر ان کے سر پر سایہ افگن ہوتا تھا۔ گویا ان کو آفتاب کی تمازت سے بچانے کے لیے ایک شامیانہ تن جاتا تھا۔ دوسری ہوائیں آسمان سے ان کے لیے پھول لاکر بکھیر دیتی تھیں تاکہ ان کا قدم نرم مقلات پر پڑے۔ اور وہ نازک پھولوں پر پاؤں رکھتے ہوئے چلیں اور جب کہ وہ مکانوں کے دروازوں پر کھڑے ہوتے تو دفعتہ" ان کے جسم سے چھے رنگی نور ساطع ہوتا تھا' جس سے ایک ورق زریں یا ایک شوخ رنگ بیرق کی طرح مکانات' دالان اور چھجے روشن ہوجاتے تھے۔ چڑیاں اور جانور اپنی اپنی جگھوں سے نہایت نرم اور شیریں آوازوں میں ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔ آسمانی نغمہ فضا میں گونجنے لگتا تھا اور انسانوں کے جسم پر جو گہنے ہوتے تھے وہ خود بخود جھن جھن بجنے لگتے تھے۔ جب

یہ علامتیں ظاہر ہوتی تھیں تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ آج متبرک و مقدس بدھ خود بھیک لینے آئے ہیں۔ تب وہ اپنے شوخ رنگ کے بہترین کپڑے پہن کر ہاتھوں میں گلدستے اور ہار لے کر گلیوں میں نکلتے تھے اور انہیں بدھ کی خدمت میں نذر کرکے ایک دوسرے سے مسابقہ کرتے اور کہتے تھے کہ "سرکار آج ہمارے ساتھ کھانا کھایئے۔ ہم آپ کے دس رفیقوں یا بیس رفیقوں کا یا سو رفیقوں کے کھانے کا انتظام کردیں گے۔" یہ کہہ کر وہ ان سے بھیک کا ٹھیکرا لے لیتے تھے۔ اور ان کے اور ان کے رفیقوں کے لیے چٹائیاں بچھا کر اس وقت کا انتظار کرتے تھے کہ کھانا ختم ہو۔ کھانے سے فراغت پاتے ہی محترم بدھ ان کی سمجھ اور عقل کا لحاظ کرکے وعظ اس طرح کہتے تھے کہ ان میں سے بعض تو صرف بودھ مذہب اختیار کرلینے پر اکتفا کرتے تھے۔ لیکن بعض راہ مستقیم پر چلنے کی صلاحیت پیدا کرلیتے تھے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتے - اور وہاں وہ اکیلے دالان میں اس وقت تک بیٹھے رہتے جب تک ان کے سارے ساتھی اپنا کھانا ختم نہ کرلیں۔ جب حاشیہ بردار یہ اطلاع کرتا کہ سب سے کھانا کھا لیا ہے تو وہ اپنے خاص کمرے میں چلے جاتے تھے۔ اس وقت سے دوپہر کے کھانے سے پہلے تک بدھ تنہائی میں وقت گزارتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے دروازے میں کھڑے ہوکر اخوان کو(سنگھ کے ممبروں کو) کو یوں نصیحت کرتے تھے۔ "میرے بھائیوں۔ عمل میں سرگرمی و خلوص دکھاؤ' کسی بدھ سے اس دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ انسان بننا بھی بہت ہی مشکل ہے۔ ٹھیک موقع کا پالینا بھی بہت مشکل ہے' دنیا کا ترک کرنا بھی بہت مشکل ہے' اور سچ کے سننے کا موقع پالینا بھی بہت ہی مشکل ہے۔"

تب چیلوں میں سے کچھ یہ استدعا کرتے کوئی ایسا موضوع بتا دیا جائے جو ان کے غور و فکر کے لے موزوں ہو۔ اور وہ ہر ایک کی صلاحیت کے لحاظ سے اسے موضوع بتاتے اور وہ مراقبے کے لیے گوشوں میں چلے جاتے اور موضوع پر دھیان کرتے۔ گوتم اس کے بعد اپنے خاص کمرے میں جو پھولوں سے بسا ہوتا تھا اطمینان و سکون سے جاکر دھوپ اور تپش کے وقت تھوڑی دیر آرام کرتے۔ پھر جب جسم کو آرام مل چکتا تو وہ پلنگ سے اٹھ کر اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات پر غور کرتے کہ وہ کیوں کر ان کے ساتھ بھلائی کرسکتے ہیں۔ زوال کے وقت آس پاس کے گاؤں اور قصبے سے بہت

سے لوگ نذر کرنے کے لیے ہاتھوں میں پھول لیے ہوئے آکر جمع ہوتے تھے اور وہ لکچر والے ہال میں بیٹھ کر موقع کی مناسبت اور مجمع کے حسب اعتقاد حق کی تبلیغ کرتے تھے - پھر یہ دیکھ کر کہ اب مناسب وقت ہوگیا ہے' بدھ ان لوگوں کو رخصت کردیتے اور وہ ان کو سلام کرکے چلے جاتے تھے۔ اس طرح وہ سہ پہر کا وقت کاٹتے تھے۔

دن کے ختم ہونے پر اگر ضرورت سمجھتے تھے تو وہ نہاتے تھے اور اس درمیان میں کرئی سنگھی ان کے کمرے میں پھولوں کی کر سیج 15ے بچھا دیتا تھا اور دن کے ختم ہونے پر وہ تھوڑی دیر مراقبے میں سارے کپڑے پہنے بیٹھے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ سارے چیلے اپنے اپنے مراقبوں سے فارغ ہو کر واپس آجاتے تھے۔ تب ان میں سے کوئی ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھتا تھا جو اس کی سمجھ میں نہ آئی ہوں۔ کوئی اپنے مراقبے کا حال بیان کرتا تھا اور کوئی شریعت کے احکام کی تلقین کی فرمائش کرتا تھا۔ اس طرح رات کا پہلا حصہ صرف ہوجاتا تھا۔ اور جب گوتم بدھ ہر ایک کی تسکین کر دیتے تھے تو چیلے رخصت ہو جاتے تھے۔ پھر بقیہ رات کا ایک حصہ وہ غور و تفکر میں اپنے کمرے کے باہر ٹہل ٹہل کر بسر کرتے تھے اور ایک حصہ اطمینان و سکون سے لیٹ کر کاٹتے تھے۔ جیسے ہی صبح ہونا شروع ہوتی تھی وہ پلنگ سے اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ اپنے ذہن میں تمام عالم کے لوگوں کا تصور کرتے تھے اور ان تمام لوگوں کی ان آرزوؤں پر غور کرتے تھے جو ان کے پچھلے جنموں میں ان کی تھیں اور یہ سوچتے تھے کہ وہ کیوں کر ان کی ان آرزوؤں کے بر لانے میں مدد کر سکتے ہیں"

گوتم کی حقانیت اور تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ چند ہی دنوں میں شہر کے علاوہ اس جنگل میں معتقدین کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی' گوتم نے ایک دن ان سب کو اکٹھا کیا اور حکم دیا کہ سوائے یشش کے(جو ایک امیر گھرانے کی فرد تھا' اور بھاگ کر آیا تھا) سارے چیلے دوسرے مقامات پر جا کر اس نئے مذہب کی تبلیغ کریں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے بعد گوتم خود گیا کی طرف پلٹ گئے اس لیے کہ اب جس کرامت کا ذکر ملتا ہے وہ گیا کے قریب اراول کے جنگل کا واقعہ ہے۔ اس جنگل میں سینا نام کا ایک گاؤں تھا 16ے- جہاں تین بھائی علم و فضل میں شہرت عام رکھتے تھے۔ اور مذہبا" آتش پرست تھے۔ گوتم نے ان کے آتش کدے کی عمارت میں ایک رات بسر کرنے کی اجازت

چاہی لیکن کشپ جو ان بھائیوں میں سب سے بڑا تھا' کو یہ بات پسند نہیں آئی اس نے کہا کہ آتش خانے کے قریب ایک زہریلا سانپ رہتا ہے جو رات کو باہر نکلتا ہے اور سونے والوں کو ڈس جاتا ہے۔ مہاتما پر عشق حقیقی کا زہر چڑھا ہوا تھا وہ سانپ سے کیا ڈرتے۔ اپنے اصرار پر قائم رہے اور کشپ کو بھی مسافر مہمان کی خاطر سے اجازت دینا پڑی۔ رات ہوئی تو سانپ حسب دستور باہر نکلا' مگر گوتم کو کچھ نہ کہا جب صبح کو یہ آتش کدے میں زندہ سلامت پائے گئے تو ان کی کرامت کا غل مچ گیا۔ اسی دن اتفاق سے گاؤں میں ایک بڑا میلہ ہونے والا تھا جس میں گردونواح سے جاتری آتے تھے اور کشپ کی تقریر سنا کرتے تھے۔ اب اس کو خوف ہوا کہ اس مجمع نے گوتم کو دیکھا تو آتش پرستی کا بازار سرد ہوجائے گا۔ مگر مہمان کا گھر سے نکالنا اتنا سخت اخلاقی جرم تھا کہ اس کا وہ مرتکب نہ ہوسکتا تھا۔ مہاتما کو اس خطرے کی خبر ہوگئی اور وہ کسی کو اطلاع کیے بغیر اسی روز گاؤں سے باہر چلے گئے' اور میلے کے پاس نہ آئے۔ جب شام کو واپس ہوئے تو کشپ نے دریافت کیا کہ دن کو کہاں گئے تھے۔ جواب دیا کہ تمھاری فکر کو دور کرنے کے لیے روپوش ہوگیا تھا' کشپ قدموں پر گر پڑا اور اپنی تمام جماعت کے ساتھ ایمان لے آیا۔

ایک اور واعظ

یہیں قیام کے دوران میں گوتم ایک دن اپنے نئے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے پہاڑی پر آگ لگی۔ گوتم نے اسی آگ کو موضوع بنا کر ایک بڑا وعظ کہا' جو پٹک میں "روت پری پائے سوت" میں موجود ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گوتم نے فرمایا جب تک لوگوں میں جہالت رہے گی اس وقت تک اسی طرح آگ میں جلتے رہیں گے۔ یہ آگ وہ ہے جو انسان کے اندر لگی ہوئی ہے' اور جسے باہر کی چیزیں اس کے بطن میں روشن کرتی ہیں۔ یہ خارجی چیزیں حواس خمسہ اور دل کے ذریعے اثر کرتی رہتی ہیں' مثلاً آنکھ مشاہدہ کرتی ہے اور اس سے ایک طرح کی اندرونی حس پیدا ہوتی ہے جس سے رنج یا خوشی ہوتی ہے اور یہ رنج یا خوشی' شہوت' غصہ' جہالت' پیدائش فکر اور اضمحلال قویٰ اور موت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ یہی حالت ان تمام احساسات کی

ہے جو دوسرے حواس کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو بدھ کے ضبط نفس کے اصول پر عمل پیرا ہیں، یعنی صراط مستقیم کے چاروں منازل طے کر چکے ہیں، جس کی ابتدا پاکیزگی سے ہوتی ہے اور انتہا محبت پر، تو ان میں عقل آچکی ہوتی ہے، خارجی احساسات ان کی اندرونی آگ کو نہیں بھڑکا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ہاں شہوت وغیرہ کی آگ ہی نہیں رہ جاتی ہے۔ سچے شاگرد اس طرح اس نہ بجھنے والی آگ سے چھٹکارا پا لیتے ہیں، جو بدی کی جڑ ہے۔ وہ سوجھ بوجھ جو انھوں نے حاصل کر لی ہے انھیں ایک نہ ایک دن کمال تک پہنچا دے گی۔ وہ ان تکالیف سے بھی آزاد ہیں جو دوسرے جنم کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اس جنم میں ہی ان کو قوم، قربانی اور دیگر مراسم جیسے قوانین کی رہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس لیے کہ ان کی ذات ان تمام چیزوں سے بالا تر ہو جاتی ہے 17۔

بمبسار نے بودھ مذہب اختیار کیا

یہاں سے بدھ اپنے نئے چیلے کشپ کے ساتھ راج گڑھ گئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں بارہ برس قبل گھر سے بھاگ کر تلاش حق میں آئے تھے۔ یہ شہر مگدھ راج کا دارلسلطنت تھا اور بمبسار یہاں کا راجا تھا۔ یہ بادشاہ اپنے رعب و داب اور وسعت سلطنت کے لیے مشہور تھا۔ جب اس نے سنا کہ کشپ اور گوتم دونوں آرہے ہیں تو وہ خیر مقدم کے لیے نکل پڑا اور سارا شہر دونوں بزرگوں کے درشن کے لیے ٹوٹ پڑا۔ عام طور پر خیال تھا کہ گوتم بھی آتش پرست ہو گئے اور کشپ کے چیلے ہیں۔ مگر جب نیاز مند شاگرد گوتم کے حضور میں بندگی کے لیے خم ہوا تو راج گڑھ والوں کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ راجا نے بڑی دھوم سے ان فقیروں کی دعوت کی اور ویلوانا نام کا ایک بانس کا باغ ان کے قیام اور آسائش کے لیے وقف کیا۔ اس تاریخی باغ میں گوتم نے بہت سی برساتیں گذاریں۔ اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ گرمیوں اور جاڑوں کے موسم میں تو وہ دوسرے ممالک کا دورہ کرتے تھے اور بارش کے ایام اسی باغ میں بسر فرماتے تھے، دور دراز مقامات سے مرید یہاں آتے اور اپنے مقدس پالی مذہب سے ضروری مسائل پر بات چیت کرتے۔ پہلی برسات کے بعد کپل وستو سے بھی لوگ آئے اور اپنے ساتھ

شدودھن کا پیغام بھی لائے کہ بوڑھے باپ کو مرنے سے پہلے ایک جھلک دکھا جاؤ۔

شدودھن سے ملاقات

"والدین کے احکام 18؂ کی اطاعت نیک انسانوں کا فرض ہے۔ گوتم نے فوراً سفر کی تیاری کی، مریدین کا جم غفیر ہمراہ چلا اور یہ کارواں منزل بمنزل طالبان ہدایت کو فیض یاب کرتا ہوا کپل وستو کے قریب پہنچا۔ مدت کے بعد کوہ ہمالیہ کا دامن، نیپال کی ترائی، پر فضا گھاٹیاں، اور راج محل کا خوبصورت منظر آنکھوں کے سامنے آیا تو مہاتما کے دل 19؂ پر کیا گزری؟ اس کی کیفیت وہ بیان کرے جو قوس قزح کی صحیح تصویر اتار سکتا ہو۔ وطن کا کانٹا پردیس کے گلاب سے بہتر اور کنعان کی گدائی مصر کی بادشاہی سے زیادہ دلکش بتائی جاتی ہے، لیکن مہاتما نے اپنے قائم کردہ اصول کو اس موقع پر بھی ترک نہیں کیا۔ بجائے شہر میں داخل ہونے کے بستی سے دور ایک باغ میں مقیم ہوئے اور اسی جگہ رات بسر کر کے دوسرے دن کشکول گدائی ہاتھ میں لے کر بھیک مانگنے کپل وستو میں قدم رکھا۔ دستور تھا کہ فقیروں کی یہ جماعت امرا سے امداد کی طلب گار نہیں ہوتی تھی بلکہ غربا کے دروازوں پر بھی خاموش کھڑی رہتی تھی اور زبان سے سوال نہیں کرتی تھی۔ اگر کچھ مل گیا تو لے لیا ورنہ آگے بڑھے۔ اس رسم کی پابندی کے لیے کپل وستو میں بھی راج محل کو چھوڑ کر غریبوں کی جھونپڑیوں کی طرف گدائی کو چلی۔ راجا کو خبر ہوئی تو وہ حکومت کا دبدبہ فراموش کر کے بیتابی کے ساتھ بیٹے کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ رعایا سے بھیک مانگ کر باپ کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ لگانا مناسب نہ تھا۔ گوتم نے جواب دیا کہ "مہاراج آپ اور آپ کے گھر والے سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں اور راجوں کی اولاد ہیں میں اگلے وقتوں کے رشیوں اور دانش مندوں کا وارث ہوں آپ کے لیے محلوں کا رہنا زیبا ہے مگر مجھ کو وہی مناسب ہے جو انبیاء سلف ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ راج کی نعمتوں سے مجھ کو کیا سروکار۔ میرا موروثی پیشہ تو بھیک مانگ کر کھانا ہے۔"

باپ نے یہ منطق نہ مانی اور زبردستی کھینچ کر بیٹے کو محل شاہی کی طرف لے گیا۔ گھر میں قدم رکھا تو ہر طرف سے عزیزوں اور رشتے داروں نے ہجوم کیا اور سارا

قلعہ اسی کمرے کے اندر آگیا جس میں مہاتما کے چرن آئے تھے۔

دیدار جمال اور دریافت خیرت کے لیے سب لوگ امنڈ آئے مگر غم نصیب یشودھرا اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

وہ قیامت کی رات جب انتہائی مسرت کے دن مصیبت کا پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑا اور جان سے زیادہ عزیز شوہر کوئی خطا بتائے بغیر، کسی طرف چلا گیا اس کو آج تک یاد تھی۔ جس وقت سے چنا رتھ بان نے راج کمار کے جوگ اختیار کرنے کی خبر پہنچائی دنیا کی عیش وراحت اس کے لیے ختم ہوگئی۔ سنگار چھوڑا، سہاگ بڑھایا، بروگنوں کی طرح زمین پر سوتی، جوگنوں کی سی کفنی پہنتی اور رانڈوں کی طرح گن گن کر لقمے کھاتی تھی۔ گلاب کے پھول کملا گئے۔ کندن تانبا بن گیا اور بلور میں زنگ آگیا۔ آج یگانہ و بیگانہ راج کمار کے درشن کے لیے دوڑا لیکن دردو فراق کی ماری یشودھرا اپنے کمرے میں سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی اور مچلے ہوئے دل کو یوں سمجھاتی تھی کہ "پران پتی نے جوانی کے وقت مجھ کو چھوڑا تو اب بارہ تیرہ برس کے بعد اپنی بگڑی ہوئی صورت دکھا کر ان کی آنکھوں میں ذلیل ہونا کیا ضروری ہے"۔

بیکسوں کے فریاد رس کو اس کی شکستہ دلی پر رحم آیا - مہاتما کو یشودھرا یاد آئی اور رشتے داروں کے مجمع میں اس کی بیتاب نگاہیں کسی کو ڈھونڈنے لگیں۔ جب کسی طرف نظر نہ آئی تو پوچھا کہ یشودھرا زندہ ہے؟ جواب ملا کہ زندہ تو ہے مگر مردے سے بدتر۔ دل پر چوٹ لگی اور دریافت حال کے لیے خود اس کے کمرے کی طرف تشریف لے گئے۔ جان و ایمان کا مالک یکایک نظر کے سامنے آگیا۔ یشودھرا بے قابو ہو کر قدموں پر گر پڑی اور شوہر کے پاؤں آنکھوں سے لگا کر زار زار رونے لگی۔ پھر یہ سوچ کر کہ خاوند جوگی ہیں اور ان کو عورت کا بدن چھونا جائز نہیں، سہمی، ڈری، ہٹی اور الگ کھڑی ہوگئی۔ راجا نے بہو کی سفارش کی اور اس کی نفس کشی کا حال دہرایا۔ گوتم کو قلق ہوا لیکن اپنے عہد و تجرد سے مجبور تھے۔ اور سوائے تلقین صبر کے تسلی دینے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ عاشق مہجور نے ڈرتے ڈرتے آرزو کی کہ اس کو بھی چیلوں کے گروہ میں شامل کرلیا جائے۔ مگر یہ عرض بھی قبول نہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ فقیروں کی منڈلی میں عورت کا ساتھ رکھنا خطرناک ہے۔ ستم رسیدہ بیوی مایوس ہوئی اور مہاتما محل سے

رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن گوتم کے سوتیلے بھائی کی شادی کا دن تھا۔ مجلس عیش و نشاط مرتب تھی کہ مہاتما اس محفل میں تشریف لائے اور معلوم نہیں نند کو کیا آہستہ آہستہ بتا دیا کہ اس نے شادی کا لباس نوچ ڈالا اور کشکول ہاتھ میں لے کر نگرودہ باغ کی طرف چلا گیا جو ان جوگیوں کی قیام گاہ تھا۔ اب معمول ہو گیا کہ مہاتما روزانہ بھوجن کے لیے قلعے میں آتے تھے اور محل خاص سے کسی قدر فاصلے پر اپنے چیلوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور پھر فرودگاہ کو واپس جاتے تھے۔ ایک دن حسب دستور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ شربت دیدار کی پیاسی یشودھرا دور سے جمال جہاں آرا کی زیارت کر رہی تھی کہ اس کا لڑکا راہل سامنے آگیا۔ ماں نے بیٹے کو اچھے کپڑے پہنائے اور کہا کہ تم اپنے باپ کے پاس جا کر اپنی میراث کا دعویٰ کرو۔ لڑکا چند گھنٹوں کا تھا کہ باپ نے دنیا چھوڑی' دادا نے پرورش کی اور وہ اسی کو باپ جانتا تھا۔ ماں نے اشارے سے بتایا کہ تیرا باپ وہ بیوفا جوگی ہے جو سامنے فقیروں کی منڈلی میں آفتاب کی طرح چمک رہا ہے۔20

بھولا لڑکا خوش خوش باپ کے پاس گیا اور مہاتما سے عرض کیا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور اپنی میراث مانگنے آیا ہوں۔ گوتم نے آہستہ سے اس کو دعا دی مگر سوال کا جواب عنایت نہ ہوا وہ میراث' میراث رٹتا باپ کے ساتھ ہو لیا نگرودہ باغ میں پہنچا تو دولت عطا ہوئی یعنی سنگھ میں شریک کر لیا گیا۔

راجا شدودھن کا نابالغ پوتا بھی تارک الدنیا ہو گیا تو اس کو بہت صدمہ ہوا۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اس کا واپس آنا محال تھا' البتہ گوتم سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ آئندہ سے کوئی لڑکا اپنے والدین کی اجازت کے بغیر ترک دنیا کی طرف مائل نہ کیا جائے گا۔ گوتم نے اس شرط کو عمر بھر نبھایا اور کپل وستو سے راج گڑھ کے لیے رخصت ہو گیا۔ سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اس وقت مہاتما کے حصول کمال کے اٹھارہ مہینے گزرے تھے۔

چند خاص چیلے

کچھ دنوں کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر گوتم دریائے انوما کے کنارے باغ میں اس جگہ

آکر ٹھہرے جہاں انہوں نے محل سے نکلنے پر پہلی بار دم لیا تھا اور جہاں سے چنا کو واپس بھیجا تھا۔ اس مقام پر ان کے بہت سے اعزا آکر سنگھ میں شامل ہو گئے ان لوگوں میں آنند' دیودت' اپالی اور انورادھا خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

انندا ان کے ماموں زاد بھائی تھے اور ان کے سب سے زیادہ چہیتے چیلے بنے۔ دیودت بھی ان کے قریب کے رشتے کے بھائی تھے لیکن بعد میں انہوں نے بدھ کے خلاف بغاوت کی او ان کے مدمقابل بن بیٹھے۔ اپالی ذات کا نائی تھا لیکن اپنے خلوص اور جوش کی وجہ سے اس نے سنگھ میں نمایاں حیثیت حاصل کی' انورادھا بودھ مذہب کا سب سے بڑا فلسفی اور مابعدالطبیعیاتی مسائل کا سمجھانے والا ثابت ہوا۔

یہاں سے گوتم راج گڑھ واپس گئے اور وہاں برسات 21ء میں قیام کرنے کے بعد سراوستی 22ء گئے جو بنارس سے اتنی ہی دور شمال میں ہے جتنی دور راج گڑھ مشرق میں ہے۔ یہ اس وقت کوشل راج کی راج دھانی تھی اور یہاں کا راجا پرسناجیت تھا۔ سراوستی کے ایک تاجر نے بدھ کو مدعو کیا تھا۔ اور ان کے قیام کے لیے مفصلات شہر میں ایک باغ نذر کیا تھا۔ وہ اپنے تبلیغی دوروں کے سلسلے میں عمر بھر یہاں آکر قیام فرمایا کرتے تھے۔

پہلے تین برس: حصول کمال کے تین برس بعد تک کے حالات جو اب تک بیان کیے جا چکے ہیں' جاتک تفسیرات اور چینی تصنیفات میں ملتے ہیں۔ بعد کے واقعات کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ متفرق و منتشر کرامتوں کا ذکر دھم پارا میں ہے یا ان کتابوں میں جو بگینڈٹ اور اسپنس ہارڈی نے جمع کی ہیں۔ انہیں دونوں مورخوں نے کچھ سال بہ سال واقعات بھی بیان کیے ہیں جو ذیل میں لکھے ہیں۔ اس موقع پر اتنا یاد دلا دینا کافی ہو گا کہ پہلی برسات بدھ نے بنارس کے قریب دشت غزالاں میں کاٹی اور دوسری اور تیسری راج گڑھ میں۔ اس لیے اب چوتھی برسات سے حال شروع ہوتا ہے۔

چوتھا سال: اگاسین نٹ کو گوتم نے سنگھ میں شامل کرلیا اور گنگا پار کر کے وسالی سلطنت میں مہاون باغ میں رہے اور وہیں برسات کاٹی۔ یہیں سے وہ ہوا میں اڑ کر ساکیہ اور کولین قبیلوں میں پہنچے اور ان کی خانہ جنگی روکنے میں کامیاب ہوئے۔

پانچواں سال: بھری برسات میں انہیں اپنے والد بزرگوار شدودھن کی علالت کی خبر

ملی۔ اور انہوں نے جلد سے جلد کپل وستو کی راہ لی۔ باپ کا آخری دیدار کرنے اور ان کا کریا کرم انجام دینے اور اپنے اعزا کو تلقین صبر کرنے کے بعد وہ کل گڑھ دہار میں جو مہاوت باغ میں تھا واپس آئے۔ یہیں ان کی خالہ' اور سوتیلی ماں پراجپتی ان کی بیوی یشودھرا اور دوسری مستورات آئیں اور ان کے اصرار پر بدھ کو بھکارنوں کا بھی سنگھ کھولنا اور اس کے لیے قواعد و ضوابط بنانے پڑے۔ وہ اس کام کے بعد الہ آباد سے ملی ہوئی کوسمبھی کے قریب پہاڑی پر چلے گئے۔

چھٹا سال: برسات کا موسم وہیں پہاڑ پر کاٹ کر راج گڑھ گئے اور بمبسار کی ملکہ چھما کو بھکارنوں میں شامل ہونے کی اجازت دی۔ یہاں ایک چیلے کی کرامت نمائی پر خفا ہو کر کرامتیں دکھانا ممنوع قرار دیا۔ لیکن جب لوگوں نے طعنے دیئے تو خود بہت سے معجزے دکھائے اور وہیں سے اڑ کر ماں کے پاس آسمان پر چلے گئے تاکہ انہیں تلقین مذہب کریں۔ وہ چونکہ ان کے پیدا ہونے کے ساتویں روز ہی مر گئی تھیں اس لیے وہ اس نعمت سے اب تک محروم تھیں۔

ساتواں سال: سراوستی میں جتاون وہار گئے یہاں ان کے مخالفوں نے چنچا نامی عورت کو اس امر پر ابھارا کہ وہ یہ کہے کہ بدھ نے اس کی عصمت ریزی 23ء کی۔ لیکن اس کا بہتان اس طرح کھل گیا اور بدھ کی بے قصوری یوں ثابت ہوگئی کہ یہ عورت جو لکڑی اپنے پیٹ پر باندھ کر آئی تھی وہ کھسک کر گر گئی اور پھولا ہوا پیٹ پچک کر برابر ہوگیا۔

آٹھواں سال: برسات کپل وستو کے قریب ایک چٹان پر کاٹی یہاں نکل اور مگالی کے والدین کو بھی بدھ بنایا۔ پھر کوسمبھی الہ آباد کے قریب چلے گئے۔

نواں سال: مگالی نے بدھ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور سنگھ میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب گوتم کے سمجھانے پر بھی جھگڑے کا خاتمہ نہ ہوا تو خفا ہو کرپاری لیاک کے قریب جنگل میں چلے گئے۔

دسواں سال: یہاں دیہاتیوں نے ان کے لیے ایک جھونپڑا جھٹ پٹ کھڑا کردیا اور انہوں نے برسات اسی میں کاٹی۔ نادم چیلے بھی یہیں آکر حاضر خدمت ہوئے گوتم نے قصور معاف کیے۔ اور انہیں ساتھ لے کر پہلے سراوستی گئے پھر مگدھ پہنچے۔

گیارہواں سال: راج گڑھ کے قریب ایک گاؤں میں بھاردواج نامی برہمن کو بودھ بنایا اور برسات کے بعد کوسل میں سیتابیا نامی ایک قصبے چلے گئے۔

بارھواں سال: یہاں سے ویرنج جاکر برسات بھر وہاں رہے۔ پھر وہاں سے انہوں نے عمر کا سب سے لمبا سفر کیا اور دکن میں سنتال تک گئے۔ پھر بنارس اور وسائی اور وسالی سے ہوتے ہوئے سراوستی پلٹے۔ یہاں آکر انہوں نے اپنے اٹھارہ برس کے بیٹے راہل کو وہ نصیحتیں کیں جو "مہاراہل سوت" کے نام سے موسوم ہیں۔

تیرھواں سال: گوتم نے چالیہ میں برسات کاٹی۔ پھر سراوستی پلٹ آئے۔

چودھواں سال: سراوستی کے جتاون وہار میں راہل کو باقاعدہ بھکشو بنایا اور وہ واعظ دیا جو "راہل سوت" 24ے کہا جاتا ہے۔ اس واقعے کے بعد کپل وستو چلے گئے۔

پندرھواں سال: یہ برسات نگرودھ میں کاٹی اور یہیں پر گوتم نے اپنے رشتے کے بھائی کو اپنے خیالات بنائے جو اس وقت ان کے باپ کی جگہ ساکیہ راج کے راجا تھے۔ ان کا نام مہانام تھا اور وہ گوتم کے معتقدین میں سے تھے۔ کولی کے راجا سپرابدھ' یشودھرا کے باپ نے مجمع عام میں اپنی لڑکی یشودھرا کے چھوڑنے پر بدھ کو کوسا اور برا بھلا کہا۔ زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں غرق ہو گیا۔25ے

گوتم وہاں سے جتاون وہارا واپس آئے اور وہاں انہوں نے یہ وعظ دیا کہ دھرم پر چلنا بھیک دینے سے بہتر ہے۔

سولھواں سال: وہ یہاں سے الاوی گئے اور ایک ایسے دیو 26ے کو بودھ بنایا جو بچوں کو کھا جایا کرتا تھا۔

سترھواں سال: سترھویں برسات راج گڑھ میں کاٹی۔ یہیں انہوں نے ایک داشتہ عورت سرستی کے مرنے پر وعظ کہا۔ پھر وہاں سے سراوستی ہوتے ہوئے الاوی چلے گئے۔ وہاں اس امر پر اصرار کیا کہ جب تک کوئی انسان ایک بھوکے آدمی کو پیٹ بھر کھانا نہ کھلائے وہ اسے اپنا وعظ نہ سنائیں گے 27ے

اٹھارواں سال: چالیہ میں برسات کاٹی وہیں ایک کوری کو جس نے نادانستگی میں اپنی بیٹی کو مار ڈالا تھا تسکین دی۔ پھر راج گڑھ چلے گئے۔

انیسواں سال: دیودنا ویہار میں برسات کاٹنے کے بعد مگدھ راج کے گاؤں گاؤں میں

تبلیغ کرتے پھرے اور سراوستی واپس چلے گئے۔
بیسواں سال: برسات وہیں کاٹی' آنند کو اپنی بھیک کا ٹھیکرا لے کر ساتھ چلنے پر مامور کیا اور چالیہ جاکر جنگل میں ایک ڈاکو ، نگولی مال سے ملے اور اسے اپنی شیریں زبانی سے ایسا رام کیا کہ وہ بھی بودھ ہوگیا۔

بعض اہم واقعات۔

اس کے بعد کوئی غیر موثق واقعات کا سلسلہ بھی نہیں ملتا۔ اس لیے سال بہ سال کےواقعات نہیں دیے جاسکتے۔ البتہ چند اہم واقعات کا ذکر ضروری ہے۔ اس لیے انہیں نمبروار لکھا جاتا ہے۔ لیکن نمبر میں قبل و بعد ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ واقعات بھی یکے بعد دیگرے ہوئے۔ ان میں سے کچھ تو یقینی ایسے ہیں کہ جو اسی زمانے میں ہوئے اور کچھ بعد میں ہوئے۔ کسی تاریخی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ترتیب نہیں دی جاسکتی۔ بس اتنا وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ یہ واقعات ایسے ہیں جن سے اس مذہب پر اور اس کے پیروؤں پر اثر پڑا ہے۔ یہ واقعات حسب ذیل ہیں۔

(1) سراوستی میں ایک مال دار عورت و سیاکھا نامی بودھ ہوگئی اور اس نے سنگھ کے لیے ایک باغ وقف کردیا اور وہاں ایک ویہار بنوایا' جو پوبارام(پوربی باغ) کہلاتا تھا۔ اس باغ اور ویہار سے بودھ مذہب کو شروع میں بڑی تقویت پہنچی مگر بعد میں اسی طرح کے باغوں نے بھکشوؤں کو آرام پسند بنا دیا۔

(2) گوتم کا عزیز دیودت کو سمبھی کے لوگوں سے خفا ہو کر راج گڑھ چلا گیا اور وہاں بمبسار کے بیٹے اجات سترو نے اس کے لیے باغ لگوادیا جس میں وہ رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد گوتم جب اپنے معمولی دورے کے سلسلے میں راج گڑھ آئے تو دیودت نے یہ خواہش کی کہ اسے ایک نیا سنگھ اپنی ماتحتی میں قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ بدھ نے یہ استدعا نا منظور کی ۔ دیودت اس پر خفا ہو کر بدھ کے سنگھ سے الگ ہوگیا۔ اسی زمانے میں اس نے اجات سترو کو اس طرح بھڑکایا کہ اس نے بوڑھے باپ راجا بمبسار کو مروا 28ء ڈالا۔ اسی سلسلے میں انہیں لوگوں کی

سازش سے تین بار گوتم کو بھی مار ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ وہ لوگ ناکامیاب رہے۔ تب دیودت نے گوتم کے سامنے سنگھ کے بارے میں حسب ذیل شرطیں پیش کیں۔

1_ بھکشو کھلے ہوئے مقامات میں رہیں اور شہروں کے قریب قیام نہ کریں _

2_ دوسروں کے پھٹے پرانے اور پھینکے ہوئے کپڑے پہنیں۔

3_ ہمیشہ دروازے' دروازے بھیک مانگ کر کھانا کھائیں اور ایسا کھانا قبول نہ کریں جو ان کے لیے قیام گاہ پر بھیج دیا گیا ہو۔——

4_ گوشت کا کھانا ان کے لیے قطعی ممنوع کر دیا جائے۔

گوتم نے جواب دیا کہ اس طرح کا کوئی سخت قانون بلاوجہ اور بلا سبب کے نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر بھکشو بطور خود ان باتوں کی پابندی کرے تو اچھا ہے' ورنہ شریعت کی طرف سے اس طرح کی سخت گیری نہیں کی جاسکتی۔ گوشت ہو یا کوئی اور کھانے کی چیز' بھکشو کو وہ سب کھانے کی اجازت ہے جو اس حصہ ملک میں عام طور پر کھائی جاتی ہے۔ صرف اتنی شرط ہے کہ کسی چیز کو لذت یاب ہونے کی غرض سے نہ کھایا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ "درخت کے نیچے بھی' گھر کے اندر بھی' اتارے ہوئے کپڑوں میں بھی اور دوسروں کے دیے ہوئے کپڑوں میں بھی' گوشت کھا کر بھی' اور گوشت بغیر کھائے ہوئے بھی' پاک صاف رہنا اور شریعت کی پابندی ممکن ہے"۔ ایک طرح کا قانون بنا دینا ان لوگوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کردینا ہے' جو نروان حاصل کرنا چاہتے ہیں میری غرض یہ ہے کہ میں لوگوں کو نروان کی راہ بتاؤں 29ے_

دیودت اس پر خفا ہو کر چلا گیا اور اس نے اجات سترو کی مدد سے ایک نیا سنگھ قائم کیا۔ لیکن دیودت زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہا۔ اس کے مرنے پر اجات سترو ظاہر بظاہر بدھ کا پیرو ہوگیا۔ لیکن اس نے گوتم کی زندگی ہی میں سلطنت بڑھانے کی غرض سے کپل وستو برباد کرکے زمین سے ملا دیا اور بدھ مذہب کے مرکز سراوستی پر بھی قبضہ کرلیا۔

(3) سراوستی شہر کے پاس انتھ پنڈ کے باغ میں مہاتما مقیم تھے ان کا عزیز چیلا انندا شہر میں بھیک مانگنے گیا تھا۔ وہاں پیاس نے ستایا تو ایک کنویں پر پہنچا ایک چنڈال

چھوکری پراکرتی نام پانی کھینچ رہی تھی۔ آنندا نے اس سے پانی مانگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ چنڈالنی ہے' اس کے ہاتھ کا پانی کوئی نہیں پی سکتا۔ نندا نے کہا کہ بہن میں تیری ذات نہیں پوچھتا' اگر پانی پلا سکتی ہو تو پلادے۔ لڑکی اس جواب پر فریفتہ ہوگئی۔ اس نے پانی پلادیا اور اس کوشش میں مصروف ہوگئی کہ کسی طرح نندا کے ساتھ رہنا نصیب ہو۔ اس نے نندا کو پھانسنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکامیاب رہی۔ ایک روز نندا کے تعاقب میں بدھ تک پہنچی باتوں باتوں میں اس کا چوٹ کھایا دل دنیا سے پھیر دیا گیا اور وہ بھی سنگھ میں شامل ہو گی 30۔

چنڈالنی کا سنگھ میں شریک ہونا برہمنوں کو بہت ناگوار ہوا۔ کیونکہ اس فرمان سے ذات کی قیود کا خاتمہ ہوگیا اور وہ گوتم کو اذیت پہنچانے پر تل گئے۔ لیکن خدا کی قدرت سے ان کی ہر برائی بھلائی سے بدل جاتی تھی اور جس راجا کو وہ گوتم کے خلاف ابھارتے تھے وہی ان کا مرید ہو جاتا تھا۔

آخری تین مہینے

گوتم کے پہلی بار کپل وستو جانے اور اس شہر کے برباد ہونے تک کے حالات جو بیان کیے گئے ہیں۔ وہ قصے کہانیوں پر مبنی ہیں' لیکن ان کی موت سے تین ماہ قبل کے واقعات پٹک کے اس حصے میں جو "مہاپری بنان" کہلاتا ہے' ملتے ہیں۔ اس کے مطابق گوتم نے مشن کی چوالیسویں برسات جتاون ویہار سراوستی میں کاٹی۔ اور وہاں سے راج گڑھ کی وادی میں گدھ چوٹی پر آئے۔ اجات سترو اس وقت وجین قبیلے پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ گوتم نے گنگا کو اس مقام پر پار کیا جہاں آج پٹنہ ہے اور جہاں اس وقت اجات سترو ایک قلعہ تعمیر کرارہا تھا۔ یہی قلعہ بعد میں بڑھ کر مگدھ کے بادشاہوں کا دارالسلطنت پاٹلی پتر بنا۔

گوتم وہاں سے امباپالی 31۔ گئے۔ وہاں کی مشہور رنڈی نے ان کو مدعو کیا۔ وجین روسا کو اس کا خیال تک نہ تھا کہ گوتم اس ناپاک کا نجس کھانا قبول کریں گے۔ چنانچہ یاروں نے چھوٹا منہ بڑی بات کہہ کہہ کر خوب فقرے کسے' وہ بہت دل شکستہ

اور رنجیدہ ہو کر خاموش بیٹھ کر رونے لگی۔ دفعتہ" بدھ اس کے گھر پہنچے اور انہوں نے بغیر کسی عذر کے کھانا تناول فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسی وقت سے تائب ہو گئی اور سنگھ میں شامل ہو گئی۔ گوتم یہاں سے پیلوگا تک گئے اور برسات بھر وہیں مقیم رہے۔ اسی مقام پر وہ اس قدر علیل ہوئے کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ اب زیادہ دن زندہ نہ رہیں گے۔ لیکن برسات ختم ہوتے ہی وہ اسی حالت میں چل کھڑے ہوئے اور مختلف دیہاتوں میں وعظ کہتے ہوئے اپنے راہبوں' بھکشوؤں کو سمیٹتے اور انہیں اتحاد و اتفاق' استقلال و پاکیزگی کی تلقین کرتے ہوئے انہوں نے کوسی نگر جانے کا قصد کیا۔ یہ مقام اس وقت کسیا کے نام سے موسوم ہے اور گورکھ پور کے ضلع میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ اس زمانے میں یہاں ملا قوم کا راج تھا اور اس کی ایک شاخ کا دارالسلطنت کوسی نگر اور دوسری کا پاوا 32ے تھا۔

اس مقام پر گوتم پانچ سو چیلوں کے ساتھ پہنچے اور چندا سنار کے آم کے باغ میں ٹھہرے' یہاں کے روساء نے ایک نیا سنت گھریا پبلک ہال بنوایا تھا ان کی استدعا پر گوتم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کا افتتاح کیا اور ایک پر اثر واعظ دیا دوسرے دن چندا نے دعوت کی اور بھکشوؤں کو چاول اور کھمبی کی جڑ کی ترکاری کھلائی 33ے۔

کھانا کھا کر گوتم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور سہ پہر کو کوسی نگر (کسیا) کے لیے روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پیٹ میں مروڑ شروع ہوا اور پیچس کے آثار پیدا ہو گئے۔ قریب ہی کوکشتا ندی بہتی تھی۔ وہیں ٹھہرے' نندا سے پانی منگوا کر پیا۔ اشنان کیا اور اسی دن شام کو بڑی دقتوں سے کوسی نگر کے باہر ایک باغ میں پہنچے۔ یہی آخری آرامگاہ تھی۔ کوکشتا ندی کے کنارے ہی پاک باطن گوتم نے یہ سمجھ لیا کہ اب وہ گھنٹے گھڑی کے مہمان ہیں۔ بار بار یہ خیال کھٹکتا تھا کہ کہیں لوگ بیچارے چندا کو مطعون نہ کریں کہ اس نے گوتم کو ایسی چیز کھلائی کہ ان کی جان ہی چلی گئی' اس لیے انہوں نے خاص طور سے اپنے عزیز چیلے آنند سے کہا"چندا سے کہ وہ آئندہ جنم میں بڑے انعامات پائے گا اس لیے کہ اسی کا کھانا کھائے ہوئے میں اس دنیا سے جارہا ہوں" اور اس سے کہہ دینا کہ تم نے یہ بات میری زبان سے سنی ہے۔ دو ہدیے سب سے زیادہ متبرک سمجھے جائیں گے' ایک تو سجاتا کا ہدیہ' جو مجھے بودھی درخت کے نیچے بدھ

ہونے سے پہلے ملا اور دوسرا چندا کا یہ تحفہ جو میرے انتقال سے پہلے ملا۔"

اس کے بعد آنند کو اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں احکام دیئے اور اسے بودھ مذہب کی شریعت کے بارے میں آخری ہدایتیں دیتے رہے۔ جب آنند کو اس کا یقین ہوگیا کہ شفیق گرو کا واقعی آخری وقت ہے' تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ گوتم نے اس کو یوں تسکین دی "آنند پریشان نہ ہو' روؤ دھوؤ نہیں! کیا میں نے تم کو یہ نہیں بتایا کہ ہم کو ان تمام چیزوں سے جدا ہونا پڑے گا جن کو ہم پیار کرتے ہیں یا جن سے ہم کو مسرت ہوتی ہے؟ کوئی شے خواہ وہ کسی طرح پیدا ہوئی ہو یا بنی' ہو اس زوال کو نہیں روک سکتی جو اس کی ترکیب و ترتیب میں شامل ہے۔ ایسی کوئی شے وجود ہی میں نہیں آسکتی۔ آنند' تم اپنے نیک کردار' اقوال اور خیالات کی وجہ سے ایک مدت سے مجھ سے بہت قریب ہو اور تم ہمیشہ کامیاب رہے ہو' استقلال سے کام لو اور تم بھی زندگی کی پیاس اور جہالت کی زنجیر سے بالکل آزاد ہو جاؤ گے۔"

اس نصیحت کے بعد چیلوں پر آنند کی فضیلت ظاہر کی اور تاکید کی کہ وہ ہمیشہ اس کی قدر و منزلت کرتے رہیں۔

آخری وعظ

رات کے وقت سوبھدرا برہمن کچھ سوالات کرنے آیا۔ گوتم اس وقت نیم غشی کی حالت میں تھے۔ آنند نے اسے روکا مگر بدھ نے آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور پاس بلا کر غرض پوچھی۔ وہ کچھ مابعد الطبیعیاتی مسائل پر سوالات کے جواب چاہتا تھا۔ بدھ نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرے سوالات کا جواب دوں۔ البتہ اپنا مسلک سمجھا سکتا ہوں' اور اسی عالم نزاع میں اپنے اصول اس خوبی سے سمجھائے کہ سوبھدرا ایمان لایا اور بودھ ہوگیا۔

پھر بھکشوؤں کو قریب بلا کر نصیحتیں کرتے اور ہدایتیں دیتے رہے۔ ان کے آخری الفاظ یہ تھے۔

بھکشو' میں تم سے پوری قوت سے کہتا ہوں ہر مرکب چیز میں زوال پزیری خلقی طور پر موجود ہے۔ اپنی نجات کے لیے برابر کوشاں رہو' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے

اور اسی حالت میں وہ دنیا سے سدھار گئے۔ یہ حادثہ 488ء ق' م میں پیش آیا 34۔

تجہیز و تکفین

چیلوں میں آپس میں دیر تک اس امر پر بحث رہی کہ تجہیز و تکفین کس عنوان سے انجام دی جائے۔ بالآخر آنند کا فیصلہ مانا گیا اور لاش بڑی شان سے باجے بجاتے ہوئے مکتا بندھن کے مندر لے گئے اور چکروزتی راجاؤں کی طرح جلائی گئی اور چتا کیوڑے اور گلاب سے بجھائی گئی۔ "پھر ہڈیاں جمع کرکے کسیا کے سنت گھر 35۔ لائے جہاں اسے برچھیوں کی جالی اور کمانوں سے گھیر کر رکھا۔ بہت سے راجاؤں نے اس 36۔ مقدس یادگار میں حصہ مانگا لیکن وہ متبرک ہڈیاں صرف راجگان پاوا اور کوسی نگلا کو تقسیم 37۔ کی گئیں جنہوں نے عالیشان گنبد اپنے اپنے حصہ رسدی پر تعمیر کیے۔ ان میں سے ایک گنبد حال میں کسیا کے قریب پایا گیا اور سنگین کتبہ بھی دستیاب ہوا جس نے ثابت کردیا کہ کسیا ہی زمانہ قدیم کا کوسی نگلا (کوسی نگر) ہے مگر پاوا کے متعلق ہنوز تحقیقات غیر مکمل ہیں۔

حوالہ جات

1) آج کل سرہاندی کہلاتی ہے۔
2) کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ساکھیہ کا لفظ شک سے مشتق ہے اور اس طرح یہ قبیلہ شاک قوم کی طرح مغل تھا۔ لیکن جمہور مورخین کو اس سے اختلاف ہے اور وہ اس ساکھیہ قبیلے کو جس میں گوتم پیدا ہوئے آریہ ہی مانتے ہیں۔
3) ان کا نام مہایا تھا۔ انہیں بودھوں میں وہی عظمت حاصل ہے جو عیسائی مذہب والوں میں حضرت مریم کو۔
4) اس وقت یہ مقام رامندیئی کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نیپال اسٹیٹ میں ہے اور جنگلوں میں واقع ہے۔ یہاں سے قریب جو ندی ہے اسے "تیل دریا" کہتے

ہیں۔ یہی نام پرانی مذہبی کتابوں میں بھی ہے۔ (دیکھیں ضمیمہ نمبر3)

5) بدھ اور اس کا مت' مترجمہ شیو نراین شمیم میں 624 ق م' دیا ہوا ہے لیکن اگر اشوک کی تاج پوشی سے حساب لگایا جائے تو وہ 565 ق' م میں پیدا ہوئے۔ دیکھو ص 41 وفات کے سنہ کی تحقیق۔

6) مغربی مورخین نے اس قصے کو دو وجوہات کی بناء پر غلط مانتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دکنی روایات اسے شادی کے بعد کا واقعہ بتاتی ہیں اور شمالی روایتیں شادی سے پہلے کا۔ دوسرے یہ کہ اس مقابلے کا حال حد درجہ مبالغہ آمیز الفاظ میں لکھا گیا ہے لیکن انصاف پسندی اس مقابلے کو سچا مان لینے میں دقت محسوس نہیں کرتی۔ مبالغہ آمیز حصوں کو نکال کر یہ بالکل ممکن ہے کہ دونوں مواقع پر مقابلہ ہوا ہو اور گوتم اپنے قبیلے میں سب سے اچھے سپاہی ثابت ہوئے ہوں۔ ہر مذہب کے بانی غیر معمولی شخصیت کے مالک تھے اور گوتم کے غیر معمولی ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

7) راج گڑھ اب راج گیند کہلاتا ہے۔ بمبار (898 سے 273 ق م' تک) نے جو شہر یہاں بسایا تھا اس کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔

8) رائس ڈیوڈس

9) اس واقعہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ اور بھی ہے کہ جسمیں حضور بنت شعیب نے حضرت موسیٰ کو دعوت دی تھی۔

10) اسٹوری آف بد ھرم کے۔ جے۔ سونڈرس صفحہ 23

11) جگیسوجی نے ان کا نام' ارز کلم' بتایا ہے۔

12) چرخ حیات۔ یہاں پر چرخ یا پہیے سے مراد ایسے شہنشاہ کا رتھ یا پہیہ ہے جو سارے عالم کا فاتح ہو۔ بدھ کا یہ مطلب ہے کہ میں ایک ایسے قانون یا مذہب کو رواج دینے جا رہا ہوں جو سارے عالم میں پھیل کر رہے گا۔ بدھ کے اسی فقرے کی بنا پر پہیہ بودھ مذہب کا اسی طرح نشان بن گیا ہے جس طرح صلیب عیسائیوں کا اور ہلال مسلمانوں کا(تفصیل کیلئے دیکھیں ضمیمہ نمبر1۔

13) یہ مقام بعد میں دھمک کے نام سے موسوم ہوا۔ اشوک نے یہاں تیسری

صدی ق' م میں ایک یادگار بنوائی تھی جسے چینی سیاحوں نے دیکھا تھا۔ اس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ اس مقام کا پتہ 1862 میں چلا اور اس سنہ کی آثار قدیمہ کی رپورٹ میں اس کی بہت سی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جسے سارناتھ کہتے ہیں اور جو موجودہ زمانے میں ہندوستان میں بودھ مذہب کی یونیورسٹی کی صورت اختیار کرنے والا ہے۔

14) ان کے نام یہ تھے۔ کونڈینہ' دپ' بھدری' مہانام اور اشوجت۔

15) یہ یقینی غلط ہے کہ ان کے لئے پھولوں کا سیج بچھتا تھا۔ جب وہ سنگھ والوں کے لئے خوش بو' ہار اور روغن کا استعمال اچھا نہ سمجھتے تھے تو بھلا خود کیوں کر استعمال کرسکتے تھے۔ بدھ جیسے جلیل القدر ہستی سے قول و فعل کے اس تضاد کی امید نہیں کی جاسکتی۔

16) امیر احمد علوی

17) رائس ڈیوڈس

18) امیر احمد علوی

19) میں مہاتما کا لفظ گوتم کے لئے استعمال کرتے ہوئے خود اس لئے جھجکتا ہوں کہ وہ بقول دکنی بودھوں کے آتما یا روح کے قائل ہی نہ تھے' لیکن یہاں پر تو علوی صاحب کا قول منقول ہے اور نقل راچہ عقل۔

20) رائس ڈیوڈس اس واقعے کو اس لئے غلط بتاتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس پر یقین کرنے سے یشودھرا کی سبکی ہوتی ہے۔ لیکن یہی کیوں نہ سمجھا جائے کہ یشودھرا یہی چاہتی تھی کہ راہل کو باپ کی دولت بصیرت کی میراث ملے اور اسے بھی نروان کی ریاست حاصل ہو؟

21) بدھ مت کا سال برسات ہی سے شروع ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گوتم سال میں آٹھ مہینے تبلیغی دورے کرتے تھے۔ لیکن برسات کے چار مہینے' کسی خاص مقام پر آرام کرتے تھے۔ برسات کو پالی زبان میں "واس" کہتے ہیں جو غالباً سنسکرت لفظ' "ورشا" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ لنکا میں آج بھی بودھ مذہب والے برسات کے لئے' "واس" ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور سال کی ابتدا اسی موسم

سے کرتے ہیں۔

22) جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ یہ وہی مقام ہے جو اب ساہت ماہت کے نام سے اودھ میں موجود ہے۔

23) یہ واقعہ حضرت یوسف و زلیخا کے واقعے سے ملتا جلتا ہے۔

24) اس کے ایک حصے کا ترجمہ انگریزی زبان میں سر کا نو سوامی نے "سوت نپات" کے نام سے کیا ہے۔

25) قارون کے واقعے سے مشابہ ہے۔

26) غالباً" وحشی اقوام میں سے کوئی آدم خور تھا۔

27) اس سے بھوک کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے اور فاقے کشی کی ممانعت۔

28) یہ واقعہ بقول مہاونس۔ بیگنڈت اور ہارڈی بدھ کے تبلیغی مشن کے 37 ویں سال میں ہوا۔

29) رائس ڈیوڈس

30) اس واقعے پر اونچی ذات کے بھکشوں نے بہت ناک بھوں چڑھائی' مگر بدھ نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔

31) امیر احمد علوی صاحب نے غلطی سے امباپالی کو رنڈی کا نام سمجھ لیا ہے یہ مقام کا نام تھا۔ یہ گاؤں پٹنہ سے قریب تھوڑے تفاوت کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔

32) پاوا کے متعلق خیال ہے کہ وہ زمانہ حال کا پاواپوری ہے لیکن پاوا پوری پٹنہ کے ضلع میں بہار شریف کے قریب ہے اور وہاں سے کیسا تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ گوتم اس قدر شدید علالت میں ایک ہی دن میں اتنی بڑی مسافت طے کرلیتے۔ عقل یہی کہتی ہے کہ وہ پاوا جس کا اس سلسلے میں ذکر کیا گیا ہے اور جہاں گوتم نے چند کی دعوت کھائی وہ کیسا کے قریب ہی کوئی مقام تھا۔

33) اصل پالی میں سکر مردو کا لفظ آتا ہے۔ یورپین مترجمین نے اس کا ترجمہ سور کا گوشت کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے "سکر مردو" کے معنی ہیں کھمبی نہ کہ سور کا گوشت۔ (دیکھیں ضمیمہ نمبر2

34) سونڈرس اور امیر احمد صاحب کا خیال ہے کہ بدھ نے 380 ق' م میں انتقال کیا۔ راس ڈیوڈس نے 312 ق' م لکھا ہے۔ شیو نراین شمیم نے 524 ق' م تحریر کیا ہے۔ لیکن حال میں اشوک کا ایک کتبہ دریافت ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ وہ 256 برس بعد وفات گوتم اور 38 برس بعد از تخت نشینی اشوک لگایا گیا۔ پروفیسر مکرجی نے ثابت کیا ہے کہ تخت نشینی اشوک کی 270 ق' م میں عمل میں آئی۔ اس طرح گوتم کی موت 38- 270 + 256 میں ہوئی۔ یعنی 488 ق' م۔ اشوک کی تاج پوشی کے سال کے لئے دیکھو "اشوک" مصنفہ ر۔ک۔ مکرجی

35) ٹاؤن ہال

36) امیر احمد

37) صحیح لفظ کوسی نگر ہے۔ چینی مورخین کے ٹیڑھے تلفظ نے اسے کوسی لنگا بنا دیا۔

باب نمبر3

بدھ کی تعلیمات

جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں گوتم بدھ کے زمانے میں عام طور سے کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں۔ اہم مذہبی تعلیمات جامع اور مانع الفاظ میں نظم کرکے یاد کرا دی جاتی تھیں اور انہیں سوتر کہتے تھے۔ ان کا حفظ کرنا بہت ہی مقدس فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے تقریباً" تین سو برس کی مدت تک بدھ کی تعلیمات کو ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ شہنشاہ اشوک کے زمانے میں اس کی حکمرانی کے اٹھارہویں سال میں ایک کانفرنس (252 ق م) ہوئی اس نے پہلی بار ان معتقدات کو کتابی شکل دینا طے کیا۔ یہ کتابیں تری ٹپک کے نام سے موسوم کی گئیں اور وہ اس وقت کی عام بہاری زبان' پالی میں لکھی گئیں۔ وہ اصل تری ٹپک جو پٹنہ میں تیار ہوئیں معدوم ہیں۔ لیکن ان کی ایک نقل مہیند لے کر لنکا گیا۔ اس لئے اس کا ترجمہ وہاں کی زبان سنگالی میں کیا۔ چنانچہ پانچویں صدی عیسوی تک یعنی تقریباً" سات سو برس تک یہ مقدس کتابیں سنگالی زبان میں رہیں اور پالی کی تری ٹپک معدوم ہوگئی۔ 240ھ میں بدھ گھوش نامی گیاکار رہنے والا ایک راہب لنکا گیا اور اس نے سنگالی زبان سے ان مقدس کتابوں کو پھر پالی میں ترجمہ کیا اور اب یہی تری ٹپک' یعنی بودھ گھوش کی ترجمہ کی ہوئی تری ٹپک سب سے زیادہ قدیم اور مستند مانی جاتی ہیں۔ ان ہی پر دکھنی بودھوں یعنی ہنیان فرقے والوں کا اعتقاد ہے اور یہی اس مذہب کی سب سے پرانی کتابیں ہیں۔ حافظے کی کمزوری کی موجودگی میں اور ترجمے کے ہیرپھیر کے بعد گوتم بدھ کی تعلیمات کہاں تک صحیح صورت

میں ہمارے پاس پہنچی ہیں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر ہم اس پر بھی یقین نہیں کرسکتے کہ یورپین مورخین و مترجمین نے جو پالی کا ترجمہ انگریزی زبان میں پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہو۔

خدا اور روح

بہرحال موجودہ تحقیق کی نظر میں جو کچھ گوتم کی بالاتفاق تعلیمات مانی جاتی ہیں وہ اس باب میں تفصیل سے دی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے بیان سے پہلے اس امر کا واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تعلیمات سے یہ ظاہر ہے کہ گوتم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک بانی مذہب ا۔ کی طرح پیش نہیں کیا بلکہ ایک مصلح اخلاق کی طرح یا ایک فلسفی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ان کا سارا زور اخلاق اور عمل پر ہے۔ وہ انسان کو مابعدالطبیاتی جھگڑوں میں الجھانا اور اسے کوئی سبز باغ دکھانا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ اس کی زندگی کو جنت ارضی بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے خدا کے بارے میں کوئی بات واضح اور صاف صاف نہیں کہی۔ ان کا خیال تھا کہ اس کے متعلق غور و فکر اس زندگی کے لئے مفید نہیں۔ وہ اس دنیا کے علاوہ بہت سی دنیاؤں کے قائل تھے' لیکن وہ کسی دوسرے عالم کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے اس دنیا کے وجود میں آنے کے اسباب و علل پر بھی کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی ہے۔ ان کا سارا فلسفہ اسی زندگی اور اس کے اخلاقی نتائج پر مبنی ہے۔ چونکہ وہ اس ماحول میں پیدا ہوئے تھے جو تناسخ پر سختی سے عقیدت رکھتا تھا' اس لئے انہوں نے اپنے فلسفے میں بھی اسی نظریے کو داخل کرلیا اور اسے اخلاقی اصلاح کی اہمیت ظاہر کرنے کا خاص آلہ بنایا۔ وہ روح کے قائل نہ تھے اور نہ اسے جسم سے کوئی الگ چیز مانتے تھے۔

فلسفہ

وہ اس امر پر بہت زور دیتے تھے کہ عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ اسباب و علل کے ماتحت آتی ہیں اور ہر چیز ہر لمحہ ایک غیر محسوس اور نامعلوم طریقے پر بدلتی رہتی ہیں یعنی ہر

شے قانون تغیر و تبدل اور علیت کی تابع ہے۔

وہ ہماری طرح کی جنت اور جہنم کو نہ مانتے تھے لیکن اسے تسلیم کرتے تھے کہ ایسی دنیائیں ہیں جہاں دیوتا رہتے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں ان دیوتاؤں کی زندگیاں بھی اسی حد تک مادی یا غیر مادی ہو سکتی ہیں جس حد تک انہوں نے پہلے جنموں میں نیکیاں کی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ دیوتا بھی انسانوں کی طرح مر جاتے ہیں اور ان کی دنیائیں بھی انہیں کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے تھے ایسی تکلیف دہ جگہیں بھی ہیں جہاں دیوتاؤں اور انسانوں کے برے اعمال کی وجہ سے نہایت ہی مفموم اور مجبور ذاتیں پیدا ہو جاتی ہیں' لیکن جب پہلے جنم کی برائیوں کا اثر جاتا رہتا ہے تو وہ دنیائیں بھی غائب ہو جاتی ہیں۔ ان تمام دنیاؤں میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ انقلابات ہوتے رہتے ہیں اور ان کے بننے اور بگڑنے کا ایک دور مسلسل ہے جس کی ابتدا اور انتہا انسان علم سے باہر ہے۔ ترکیب و تحلیل 2۔ کا قانون عام ہے اور اس سے انسان ہو یا دیوتا کوئی بری نہیں۔ وہ عناصر جن کی ترکیب سے ایک ذی مس وجود بنا ہے ان کی تحلیل ایک نہ ایک دن ہونا ضروری ہے اور یہ انسان کی جہالت اور خود فریبی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ عالم کی ساری چیزوں سے الگ تھلگ ہے اور وہ موجود بالذات 3۔ ہے۔

بچہ جیسے جیسے بڑھتا ہے اس کے دماغ میں ایک دھندلے آئینے کی طرح اردگرد کی دنیا کا عکس پڑتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر اپنے کو اس دھندلی دنیا کا مرکز سمجھتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ دائرہ وسیع ہونے لگتا ہے لیکن سن شعور تک پہنچنے پر بھی انسان کو اپنے متعلق دھوکا باقی رہتا ہے۔ وہ اپنی زندگی خواہشوں اور فکروں میں صرف کرتا ہے اور ایسی چیزوں کے حصول کی آرزو کرتا ہے جن کے پا جانے سے اسے خوشی نہیں ملتی۔ بلکہ جو دوسری اور نئی خواہشوں کا سبب بنتی ہیں۔ اور اس طرح وہ ہمیشہ کسی نہ کسی خواہش کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اکثر لوگوں کی یہ غرضیں اور خواہشیں ذلیل و پست ہوتی ہیں۔ لیکن وہ اقلیت بھی جس کی آرزوئیں بلند ہوتی ہیں خود بین و خودغرض ہو جاتی ہے اور نتیجے میں اپنے کو افسردگی و رنج کا مستحق بنا لیتی ہے۔

اشیا کی عناصر ترکیبی

ہم ان وجوہ سے مجبور ہیں کہ خودبینی اور دوسری برائیوں کے اسباب پر نظر کریں چنانچہ گوتم کے نظریے کے ماتحت انسان مختلف صفات و اغراض کا مرکب ہے اور یہ تمام چیزیں یا تو مادی ہیں یا مادے کا نتیجہ۔ اس لئے اس مرکب انسان کے اجزائے ترکبی انہوں نے یوں بیان کئے ہیں :-

1) مادی خصوصیات و صفات یا روپ 28 ہیں۔

(الف)	عناصر اربعہ	مٹی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔	4
(ب)	حواس خمسہ (لمس کے لئے)	آنکھ' ناک' کان' زبان اور جسم	5
(ج)	مادے کے پانچ خواص	صورت' آواز' بو' مزہ' اور جوہر	5
(د)		جنس مذکر اور مونث	2
(ر)	تین ضروری حالتیں	خیال' قوت حیات 4ے' مکان و زمان 5ے	3
(س)	اطلاع کے دو ذرائع	گفتگو' اشارہ	2
(ش)	زندہ اجسام کی سات صفتیں	بحال ہونے کی صلاحیت مجتمع ہونے کی صلاحیت' تصرف کی صلاحیت ستداد' انحطاط' تغیر اور لچک	7
			28

2) احساسات (ایمان) چھ قسم کے ہوتے ہیں۔ پانچ تو وہ جو پانچوں حصوں کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں اور چھٹا ذہنی' جو حافظے کے ذریعے پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔
(1) مقبول (2) غیرمقبول (3) معتدل (یعنی وہ جو نہ مقبول ہو اور نہ غیر مقبول)

3) تصورات مجرد و مشترع (سنا) 6ے کی چھ قسمیں ہیں۔ یہ سب کی سب انہی چھ

احساسات سے متعلق رہتی ہیں۔ مثلاً" رنگ' درخت' چڑیا وغیرہ کا تصور باصرہ سے متعلق ہے۔ مٹھاس کا تصور ذائقے سے اور خوش بو کا شامہ سے وغیرہ وغیرہ۔

4) قوت اور رجحان (سنکھار) 7ے کی باون قسمیں ہیں۔ یہ اقسام ایک دوسرے کی مانع نہیں ہیں اور ان میں سے بعض مذکور الصدر مدات میں بھی پائی جاتی ہیں' لیکن ان (سنگھارا) اور ان میں فرق یہ ہوگا کہ جتنی چیزیں اب تک بیان کی گئی ہیں وہ خارجیت پر مبنی ہیں مگر اب جو بیان کی جائیں گی وہ سب داخلی ہیں۔

(1) پھاسا اتصال (2) دوان یعنی اتصال کے نتیجے میں احساس (3) سامان احساسات کا نتیجہ' مترزع خیالات یا تصورات (4) چِتنا' خیالات یعنی تصورات کا جوڑنا (5) مناسیکار' غور و فکر کرنا' خیالات کا دہرانا یا الٹنا پلٹنا (6) ستی' حافظہ (7) جیونندریہ' قوت حیات (8) اکا گاتا' شخصیت (9) ونک' توجہ (10) ویکار' تفتیش (11) ویریہ' سعی (12) ادھیموکہ' استواری (13) پتی' خوشی (14) چند' تشویش و تحریک (15) مجھتا' بے اعتنائی (16 - 17) تھین اور بدھ' نوم اور بے حسی (18 - 19) موہ اور پنا' ذہانت اور کند ذہنی (20 - 21) لوبھ اور الوبھ' حرص و قناعت (22 - 23) اتپ اور انوتپ' ڈر اور تہور (24 - 25) ہری اور اہریک' حیا اور بے حیائی (26 - 27) دس اور ادوس' نفرت اور محبت (28 - 29 - 30) و سیکچا' سدھا' وتھی' شک' اعتقاد' توہم (31 - 32) پسدھی' سکون جسمانی یا دماغی (33 - 34) لہونا' دماغی یا جسمانی چستی و مستعدی (35 - 36) مدونا جسمانی یا دماغی نرمی یا لچک (37 - 38) کم نتا جسمانی یا دماغی تصرف 8ے پذیری و اثر 9ے پذیری (39 - 40) پگونا تا' سبکدستی یا مہارت' جسمانی ہو یا دماغی (41 - 42) اجلوکاتا' استقامت' جسمانی یا دماغی (43 تا 45) ستما' تقریر' عمل یا زندگی کی مناسبت و معقولیت (46) کرونا' دوسروں کے رنج کے لئے رنج کرنا' دردمندی (47) مورتا' دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا' مسرت اخوت (48) افتا' دوسروں کی خوشی پر رنج' رشک (49) مچاریہ' اپنی خوشی میں دوسروں کی شرکت ناپسند کرنا' خودغرضی (50) کوکہ' تیکھا پن (51) اودھکہ' خود بینی (52) مانو' غرور۔

5) ونان' خیال و شعور۔ یہ آخری سکندھ ہے۔ اس کا مقام دل 10ے ہے اور اس کی 89 قسمیں ہیں اور اس کی تقسیم اچھے اور برے کے لحاظ سے کی گئی ہے۔

انسان کا جسم و دماغ انہیں پانچوں چیزوں سے مرکب ہے۔ چنانچہ بدھ نے ایک تمثیل کے ذریعے اس مسئلے کو یوں سمجھایا ہے۔ "پہلے گروہ کی مادی صفات کی مثال جھاگ کے ڈھیر کی مانند ہے جو آہستہ آہستہ اکٹھا ہوتا اور پھر غائب ہوجاتا ہے۔ دوسرے گروہ کے احساسات کی مثال حباب کی طرح ہے جو سطح آب پر ناچتا رہتا ہے۔ تیسرے گروہ کے تصورات کی مثال سراب ہے جو دھوپ میں دکھائی دیتا ہے۔ چوتھے گروہ کے دماغی و اخلاقی رجحانات کی مثال تنے کی طرح ہے جو نہ سخت ہوتا ہے اور نہ ٹھوس۔ اور آخری گروہ کے خیالات کی مثال پیکر خیال یا جادو کے شعبدے کی طرح ہے۔ ان میں سے کوئی بھی روح نہیں کہا جاسکتا۔ جسم ہمیشہ بدلا کرتا ہے اور اسی طرح اس کے کام اور اس کی صلاحیتیں بھی بدلا کرتی ہیں۔ انسان ہر دوسرے لمحے وہی انسان نہیں رہتا جو وہ اس کے پہلے لمحے میں تھا۔ یہ اس کی جہالت ہے کہ وہ خود کو غیر متغیر سمجھ کر اپنے اندر ایک روح مانتا ہے۔ چنانچہ بودھ مذہب کے پیروں کا خاص فریضہ ہے کہ وہ شخصیت اور روح کے خیال سے پرہیز کریں۔ اس لئے کہ روح پر اعتقاد منجملہ اور اسباب کے ایک خاص سبب ہے، پیدائش و زوال، موت و غم اور افسوس و رنج کا۔ بدھ کی زبانی مسئلہ روح پر حسب ذیل 11 وعظ منقول ہیں۔

عدم روح

"بھکشو! روح کے متعلق مختلف معلمین و برہمن جو بھی نظریہ پیش کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ یا تو وہ پانچوں سکندھوں (صفات) کا مجموعہ ہے، یا ان سے ایک سکندھ ہے۔ اس لئے بھکشو! جاہل و غیر متشرع وہی ہے جو نہ عالم و متشرع لوگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور نہ ان کی شریعت (بودھ مذہب) سمجھتا ہے، اور نہ اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ ایسا آدمی روح کے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یا تو روپ (مادی خصوصیات) ہے یا روپ میں شامل ہے یا روپ میں رہتی ہے یا وہ خیال کرتے ہیں کہ ویدان (احساسات) ہے یا ویدان میں رہتی ہے یا ودان رکھتی ہے یا ودان میں شامل ہے۔ اسی طرح بقیہ تینوں سکندھوں (تصورات، رجحانات اور عقل) کے بارے میں بھی

سوچتے ہیں۔ اسی طرح روح کے بارے میں ان بیسیوں طریقوں میں سے کسی ایک پر یقین رکھنے سے اسے "میں" کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس میں پانچوں حواس' ذہنی صفتیں اور جہالت مل جاتے ہیں۔ ان احساسات سے جو جہالت اور اتصال کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں حسیاتی غیر متشرع آدمی اس مغالطے میں گرفتار ہوتا ہے کہ "میں ہوں' میرا وجود ہے' میں رہوں گا' میں نہ رہوں گا' میں مادی صفات کا حامل رہوں گا یا نہ رہوں گا' میرے تصورات ہوں گے یا نہ ہوں گے یا میں تصورات کے ساتھ یا بغیر تصورات کے رہوں گا' لیکن بھکشو! متشرع (پابند مذہب بودھ) کے چیلے نے باوجود حواس خمسہ رکھنے کے اس جہالت سے آزادی حاصل کرلی ہے اور اسے عقل آگئی ہے اور اس لئے میں وغیرہ کے خیالات اس کے ہاں پیدا ہی نہیں ہوتے"۔ غرض روح سے انکار بودھ مذہب کا ایک ضروری جزو (ہنیان یا دکنی بودھوں کے مطابق) ہے۔

اب اس مسئلے کا حل ضروری ہوتا کہ اگر روح کوئی چیز نہیں اور تناسخ 12۔یعنی بار بار جنم لینا بھی صحیح ہے تو وہ کون سی انسانی چیز باقی رہ جاتی ہے جو بار بار جنم لیتی ہے؟

تناسخ اور کرم

گوتم چونکہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے اور یہیں کے فلسفے کا انہوں نے مطالعہ کیا تھا اس لئے وہ تناسخ سے انکار نہ کرسکے۔ انہوں نے انسان کا بار بار پیدا ہونا اور جنم لینا تسلیم کیا لیکن چونکہ وہ روح کے قائل نہ تھے اور اسے جسم سے ایک الگ چیز ماننے سے انکار کرچکے تھے اس لئے انہیں مذکورالصدر سوال کا تسکین بخش جواب دینا تھا۔ انہوں نے اس کا حل "کرم" کے نظریے کی صورت میں پیش کیا اور اسے ایک راز اور معمہ کہہ کر سائل کو مزید سوالات سے روک دیا۔

نظریہ کرم کے ماتحت جیسے ہی کوئی حیوان (انسان' جانور' دیوتا) مرتا ہے اس کے لئے ایک نئی زندگی کم و بیش آرام کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ یہ زندگی خوش گوار یا ناخوش گوار اسی حیثیت اور تناسب سے ہوتی ہے جس نسبت سے اس نے اچھے یا برے افعال و اعمال کئے ہیں۔ وہ سبب جو نئی زندگی کا باعث ہوتا ہے وہ ترشنا (تشنگی) ہے یا اپاوان (گرفت کی کوشش کرنا) ہے۔ پھر حواس کا ظاہری دنیا سے اتصال ہوتا ہے

اور احساسات شروع ہو جاتے ہیں۔ ان احساسات سے پھر تشنگی یعنی ضرورتوں کے پورا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس تشنگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان خواہشات کو پورا کرنے یا گرفت میں لانے کی فکر (اپاوان) میں شدت ہو جاتی ہے۔ یہ فکر یا اپاوان اس نئے فرد کو وجود میں لا دیتی ہے اور اس نئے فرد کا ماحول' فطرت' مستقبل' وہی "کرم" طے کرتا ہے جو اس کے پہلے جنم کا پھل ہو۔

"کرم" کے اس نظریے نے دو حدوں کے اندر ایک اعتدال سا پیدا کر دیا ہے۔ ایک حد پر تو وہ لوگ ہیں جو روح کے قائل ہیں اور اسے ایک غیرفانی چیز مانتے ہیں۔ دوسری حد پر وہ لوگ ہیں جو اخلاقی انصاف اور حساب آخرت کے منکر ہیں۔ بودھ مذہب کا پیرو روح کا قائل نہیں لیکن وہ اس پر مصر ہے کہ اعمال کا نتیجہ ملنا ضروری ہے اور اسی لئے انسان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ نیکوکار بنے اور عمل صالح کرے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر روح نہیں رہتی تو اعمال کا نتیجہ کیسا؟ بودھ مذہب کہتا ہے کہ روح نہیں رہتی مگر کرم رہتا ہے۔ یعنی ہر فرد کے اعمال تقریر اور خیال کے نتائج باقی رہتے ہیں اور یہ کرم فنا نہیں ہوتا ہے۔ یہی کرم مردہ شخصیت کے اجزا کو اکٹھا کرکے اور اس کی صلاحیتوں اور رجحانوں کو جمع کرکے نئے وجود اور ایک نئے فرد کی سورت اختیار کرلیتا ہے۔ جس طرح کہ ایک نسل ختم ہونے پر اپنی تمام اچھائیاں اور رائیاں آنے والی نسل کو ورثے میں دے جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح ہر فرد فنا ہوتے ہی اپنی نیکیاں اور بدیاں نئی فرد اور نئی شخصیت کو دے دیتا ہے۔ اسی لئے اگر اس دور و نلسل سے چھوٹنا ہے اور بار بار جنم لینے کی مصیبت سے بچنا ہے تو انسان کو گوتم کے ائے ہوئے اس راستے پر چلنا چاہیے جو خوشی' اطمینان' عقل' نیکی' راحت' سکون اور روان تک لے جاتا ہے۔

یدھا راستہ

سیدھا راستہ چار حقیقتوں پر مبنی ہے۔ غم' سبب غم' انسداد غم اور فنائے غم۔ اس مال کی تفصیل یہ ہے۔

) فرد کی زندگی میں وہ واقعات جو پیدائش' احساسات' انحطاط و علالت اور موت سے

متعلق ہیں۔ اور وہ جو چیزوں سے جدا کرتے ہیں یا ناخوش گوار سے دوچار کرتے ہیں یا ملکیت کی نامشکور خواہش سے متعلق ہیں۔ ان تمام صورتوں میں وہ حالتیں پیش آتی ہیں جو غم والم سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔

2) احساسات کے بعد جو تشنگی یا خواہش پیدا ہوتی ہے جس سے اپنی شخصیت کو الگ یا منفرد سمجھنے کی غلط فہمی وجود میں آتی ہے جو بڑھ کر ہوس میں تبدیل ہو جاتی ہے' جو مستقبل کی زندگی کا خواہاں بنا دیتی ہے یا جو موجودہ دنیا سے دلی لگاؤ کا باعث ہوتی ہے وہی تمام آلام کی جڑ ہے۔

3) اس لئے اگر ہم اس تشنگی' اس خواہش اور اس ہوس کو مار دیں تو' ہم و غم باقی ہی نہ رہیں گے۔

4) اس مقصد کے حاصل کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ صراط مستقیم یا بدھ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ یہ راستہ کوئی موہوم شے نہیں ہے۔ اس کی پیمائش کرکے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اس کی چار منزلیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ وہ آٹھ حصے یہ ہیں :

(1) صحیح نظریہ (2) صحیح مقصد (3) صحیح الفاظ (4) صحیح کردار (5) صحیح طریقہ معاش (6) صحیح کوشش (7) صحیح احتیاط (8) صحیح فکر و سکون۔

چار منزلیں حسب ذیل ہیں۔

1) تبدیلی مذہب۔ یہ چار چیزوں پر مبنی ہے۔

(الف) نیکو کاروں کی صحبت۔

(ب) شریعت بودھ کا مذہب۔

(ج) اس شریعت پر غور و فکر۔

(د) نیک اعمال۔

اس پہلی ہی منزل پر پہنچتے ہی بودھ کا پیرو نہ تو روح کا قائل رہتا ہے اور نہ رسم مراسم کا۔ اور وہ گوتم بدھ کی تعلیمات پر شک کرنے کی جگہ کامل یقین رکھنے لگا ہے۔

2) صرف ایک بار اس دنیا میں جنم لینا۔ جو شخص تبدیل مذہب کرچکا ہوتا ہے و

شک' رسوم اور وہم انفرادیت سے آزاد ہوتے ہی ہوس' نفرت اور وہم کو کم سے کم کر دیتا ہے۔ اس لئے اسے بس ایک بار اور جنم لینا پڑے گا کہ وہ ان چیزوں کو بالکل فنا کر دے اور اس طرح اس کا کوئی کرم ہی باقی نہ رہ جائے (سالک دوسری منزل پر پہنچ گیا)۔

3) اس دنیا میں پھر نہ پلٹنا۔ جب ہوس اور نفرت کو اس طرح مٹا دیا جائے کہ اپنی کوئی خواہش اور دوسروں کے لئے کوئی برا جذبہ نہ پیدا ہو تو دوسرے جنم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی (سالک نے تیسری منزل تمام کی)

4) ارہت۔ یہ وہ منزل ہے جہاں علم و بصیرت کی وہ فراوانی ہوتی ہے کہ جہالت' خودبینی اور غرور کا نام نہیں رہ جاتا اور مادی و غیرمادی کسی طرح کی زندگی کی خواہش باقی نہیں رہ جاتی۔ (یہ آخری منزل ہے)

زنجیریں

ان منازل کو طے کرنے سے سالک دس زنجیروں کو توڑ دے گا۔ وہ یہ ہیں:
(1) وہم شخصیت (2) بدھ میں شک 3) رواسم پر یقین (4) نفس پرستی و ہوس پرستی (5) نفرت (6) اس دنیا میں زندگی کی خواہش (7) جنت کی خواہش (8) غرور (9) خود کو صحیح اور سچا سمجھنا (10) جہالت۔

بودھ مذہب کا پابند جب پہلی پانچ زنجیریں توڑے گا تو وہ ارہت ہو جائے گا اور جب پوری دس زنجیریں پاش پاش کر دے گا تو اسے اس کا مرتبہ مل جائے گا اور اسی مرتبے کے حاصل کرنے کا نام نروان ہے۔ لفظ نروان کے لفظی معنی فنا ہیں۔ لیکن یہ فنا کسی مفروضہ روح کی نہیں ہے بلکہ اس ذہنی و جسمانی رجحان کی ہے جو کرم کے نظریے کے مطابق انفرادی زندگی کو بار بار معرض وجود میں لاتا ہے۔ یہ رجحان اسی وقت فنا ہوگا جب ہم اس کے بالکل متضاد رجحانات اپنے میں پیدا کرلیں۔ اور جب یہ متضاد کیفیت اپنے حد کمال پر پہنچ جائے گی یعنی جب مکمل نیکی' عقل اور اطمینان حاصل ہو جائے گا تو یہی نروان ہے۔

نروان حاصل ہونے کے بعد نہ تو پھر فکر ہوگی نہ غم۔ نہ خواہش' نہ انفرادیت' نہ

کرم اور نہ دوسرا جنم۔ انسان ان تمام جھگڑوں سے نجات پا جائے گا اور اس زندگی کے ختم ہونے پر پھر وجود میں نہ آئے گا 13۔ لیکن بودھ مذہب کی پیروی کا اصل مقصد صرف کرم اور جنم کے جھگڑوں سے چھٹکارا ہی نہیں ہے بلکہ زندگی میں نروان حاصل کرکے وہ اطمینان نیکی' عقل اور طہارت نفس حاصل کرلینا ہے جو انسان کے لئے اسی دنیا کو بہشت بنا سکتی ہے۔

اخلاقی احکام

ان اصولی تعلیمات کے علاوہ اخلاقی احکام بھی ہیں اور یہ احکام محض مذہبی زندگی بسر کرنے والوں یا بھکشوؤں کے لئے نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔ اوز ہر طرح کے لوگوں کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

1- غصہ' شراب نوشی' ضد' تعصب' دھوکا' حسد' خودستائی' دوسروں کی برائی کرنا' غرور اور بدگوئی نجاستیں ہیں۔ گوشت کا کھانا (نجاست) نہیں ہے۔

مچھلی اور گوشت سے پرہیز' ننگے رہنا' سر گھٹانا' جٹا دھاری بننا' موٹے کپڑے پہننا۔ اگنی دیوی کو قربانی چڑھانا۔ کسی کو توہمات سے پاک نہیں کرسکتے۔

ویدوں کی تلاوت' برہمنوں کو نذر چڑھانا' دیوتاؤں کے سامنے قربانی چڑھانا' خود کو گرمی یا سردی سے ایذا پہنچانا یا اسی طرح کی دوسری تپسیا جو بقائے دوام کے لئے کی جاتی ہیں۔ یہ باتیں کسی کو پاک نہیں بناتیں اور نہ اسے توہمات سے آزاد کرتی ہیں۔

2- مستقل مزاج رہو' کھل کھلا کر ہنسنا ترک کرو' بادشاہوں وغیرہ کی بیہودہ کہانیاں نہ بیان کرو' رونا' جھنجھلانا' دھوکا دینا ترک کرو اور بغیر تصنع و لالچ' حسد' تشدد اور جہالت کی زندگی بسر کرو۔

3- آٹھ احکام دیئے گئے ہیں جو آٹھ علوم یا اپو ستھ کہلاتے ہیں۔

1- جیو ہتیا نہ کرو' جو تم کو نہ دیا جائے اسے نہ لو' جھوٹ نہ بولو' مدہوش بنانے والی چیزیں نہ پیو' ناجائز جنسی تعلقات نہ کرو کہ یہ نہایت ہی کینہ حرکت ہے۔ رات کو بہت زیادہ نہ کھاؤ' پھول نہ پہنو اور عطر نہ لگاؤ' زمین پر صرف ایک

چٹائی بچھا کر سوؤ۔

ان آٹھ احکامات میں سے اول پانچ فرض ہیں اور بقیہ تین مستحب۔

4- دین داروں کے لئے یہ بھی مناسب ہے کہ وہ قمری مہینے کی پہلی' آٹھویں' چودھویں' پندرھویں کو اپو ستھو یعنی روزہ رکھیں۔

5- نمبر3 میں دیئے ہوئے آٹھ احکامات کے علاوہ دو اور ہیں۔

(1) ناچ گانا' موسیقی اور تمثیل نگاری سے پرہیز کرو۔

(2) چاندی اور سونے کے استعمال سے اجتناب کرو۔

یہ دس اخلاقی قانون "دس سیلا" کہلاتے ہیں۔

6- دس گناہ بھی بتائے گئے ہیں تین تو جسمانی ہیں :- جان لینا' چوری کرنا (یعنی جو کچھ دیا نہیں گیا ہے اسے لے لینا) ناجائز جنسی تعلق بنانا' چار تقریر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی جھوٹ بولنا' چغلی کرنا' بدنام کرنا' گالی دینا اور فضول گفتگو کرنا۔ تین دماغی ہیں۔ لالچ' حسد' شک (یعنی اس بدھ کی تعلیمات وغیرہ میں شک کرنا)

7- گوتم نے ایک وعظ میں دنیا کے چھ اطراف بتائے ہیں۔ مغرب و مشرق۔ جنوب و شمال۔ زمین و آسمان۔ انہوں نے کہا کہ "ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہر شش اطراف کی نیکو کرداری کے ذریعے حفاظت کرے۔ اپنے والدین کو مشرق سمجھے۔ بیوی بچوں کو مغرب' استادوں کو جنوب' اپنے دوستوں اور اعزاء کو شمال' مذہبی لوگوں کو (خواہ وہ برہمن ہوں یا بودھ) آسمان اور اپنے غلاموں اور خادموں کو زمین جانے۔ اسی حکم کو زیادہ تفصیل سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

1) والدین اور اولاد' والدین کا فرض ہے کہ :

(الف) اپنے بچوں کو برائیوں سے بچائیں۔

(ب) انہیں نیکی کی تعلیم دیں۔

(ج) انہیں علوم و فنون کی تعلیم دلائیں۔

(د) ان کے لئے مناسب شوہر یا بیوی تلاش کریں۔

(س) ان کے لئے ورثہ چھوڑ جائیں۔

(1) اولاد کا فرض ہے کہ وہ کہے :

(الف) میں ان لوگوں کی کفالت کروں گا جو میرے متکفل تھے۔
(ب) میں وہ گھریلو فرائض سرانجام دوں گا جو ان پر عائد تھے۔
(ج) میں ان کی ملکیت کا حفاظت کروں گا' میں خود کو ان کا جانشین بننے کا مستحق بناؤں گا۔
(ہ) ان کے انتقال کے بعد میں ان کو عزت سے یاد کروں گا۔

2) شاگرد و معلم۔ شاگرد استاد کی عزت یوں کرے۔
الف) کھڑا ہو کر ان کی تعظیم کرے۔
ب) ان کی خدمت کرے۔
ج) ان کے احکام کی تعمیل کرے۔
د) ان کی ضرورتوں کو پورا کرے۔
ر) ان کی تعلیم کو بغور سنے۔
استاد کو شاگردوں پر اپنی شفقت کا اظہار اس طرح کرنا چاہیے:
الف) ان کو وہ تمام باتیں سکھائے جو بھلی ہیں۔
ب) ان کو یہ سکھائے کہ علم حاصل کرکے نہ بھولیں۔
ج) ان کو مذہبی کہانیاں اور سائنس سکھائے۔
ہ) ان کے دوستوں اور ساتھیوں سے ان کی تعریف کرے۔
ر) ان کو خطرات سے بچائے۔

3) شوہر و بیوی۔ شوہر کو بیوی سے اس طرح محبت کرنی چاہیے:
الف) اس کے ساتھ عزت کا سلوک کرے۔
ب) اس کے ساتھ نیکی سے پیش آوئے۔
ج) اس کے ساتھ وفاداری برتے۔ یعنی اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے تعلق نہ کرے۔
د) دوسروں سے اس کی عزت کرائے۔
ر) اسے مناسب زیور اور کپڑے دے۔
بیوی کو شوہر سے یوں محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

الف) وہ اس کے گھر کا معقول انتظام کرے۔
ب) عزیزوں اور دوستوں کی تواضع کرے۔
ج) باعصمت رہے۔
ہ) فضول خرچی نہ کرے۔
ر) کام ہنرمندی اور مستعدی سے انجام دے۔

4) دوست اور ساتھی۔ باعزت آدمی اپنے دوستوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے:

(1) انہیں تحائف دے (2) اخلاق سے گفتگو کرے (3) ان کے فائدے کے لئے کوشش کرے (4) ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے، یعنی اس طرح کا سلوک جس کو وہ اپنے کو مستحق سمجھتا ہو (5) اپنی دولت و امارت میں اس کو شریک کرے۔

وہ لوگ اس سے اپنا اخلاص یوں ظاہر کریں کہ:

(1) اس وقت اس کی نگہبانی کریں جب وہ بے خبر ہو (2) اس کی ملکیت کا اس وقت تحفظ کریں جب وہ بے پروا ہو (3) اسے خطرے کی حالت میں پناہ دیں (4) بدقسمتی میں اس کا ساتھ دیں (5) اس کے خاندان کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں۔

5) آقا و ملازم۔ مالک اپنے ملازمین کے ساتھ یوں پیش آئیں۔

(1) ان کی طاقت کے مطابق ان سے کام لیں (2) ان کو مناسب کھانا اور تنخواہ دیں (3) علالت میں ان کی تیمارداری کریں (4) عام طور پر نہ پکنے والی غذاؤں میں ان کو شریک کریں۔ کبھی کبھی ان کو چھٹی دیا کریں۔

وہ اپنے اخلاص کا اظہار کریں کہ

(1) اس کی تعظیم کریں (2) اس کے بعد سونے اور آرام کرنے جائیں (3) جو کچھ انہیں دیا جائے اس پر قناعت کریں (4) کام جی لگا کر اچھی طرح کریں (5) اس سے ادب سے گفتگو کریں اور اس کے پس پشت اس کو اچھا کہیں۔

6) معمولی بودھ اور مذہبی بودھ۔ مرد دین دار بھکشوؤں اور برہمنوں کی خدمت

یوں کرے کہ :
(1) دل سے محبت کرے (2) زبان سے محبت کرے (3) خیال میں محبت کرے (4) ان کا خوشی خوشی خیرمقدم کرے۔ (5) اور ان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرے۔
مذہبی لوگوں کو اپنے میزبان سے اس طرح پیش آنا چاہیے۔
(1) اسے بدی سے منع کریں (2) اسے نیکی کی ترغیب دیں (3) اسے مذہب کی تعلیم دیں، اس کے شکوک رفع کریں اور اسے نروان کا راستہ دکھائیں۔

ممنوع پیشے

(1) ہتھیار بیچنا (2) لونڈی غلام بیچنا (3) گوشت بیچنا (4) شراب بنانا اور بیچنا (5) زہر بیچنا، ان احکام اور اخلاقی ہدایات پر عمل کرنے پر ہر شخص سچی خوشی حاصل کرسکتا ہے اور اگر بودھ ان پر عمل کرے گا تو وہ ارہت کے درجے پر فائز ہوگا۔

حوالہ جات

1) رائس ڈیوس وغیرہ۔
2) Composition & decomposstion
3) self existcnt
4) Vitality
5) Space
6) شیونراین شیم نے اس کا ترجمہ تفہم کیا ہے۔
7) بعض لوگ اس کا ترجمہ تحت شعور بھی کرتے ہیں۔
8) Plianey
9) Adaplablity
10) گوگرلی

11) اسپنس ہارڈی
12) برنوف
13) مفکرین کو ابتدا سے اس سوال کے حل کی فکر رہی کہ لوگ مختلف طرح کے عیوب کے ساتھ کیوں پیدا ہوتے ہیں اور زندگی میں اس طرح کا اختلاف کیوں ہے کہ کوئی راجا ہے اور کوئی پرجا۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب' کوئی محلوں میں رہتا ہے اور کوئی جھونپڑیوں میں۔اس سوال کا جواب دو طرح دیا گیا ہے۔ ایک طبقہ اہل مذاہب کا قسمت یا تقدیر کا قائل ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں ہر فرد کے بارے میں کچھ نہ کچھ منشاء قدرت میں گزر چکا ہے اور یہی اس شخص کی تقدیر' قسمت یا مقدر ہے۔ اب جو کچھ بھی علم الٰہی میں آ چکا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر فرد کو وہی زندگی بھگتنا پڑے گی جو اس کے مقدر ہو میں ہے۔ اس طرح تقدیر پر یقین رکھنے والے اپنی ناکامی کا سارا الزام اپنی قسمت اور تقدیر پر رکھ دیتے ہیں اور خود کو اپنے افعال اور کردار کی ذمہ داریوں سے بچا لیتے ہیں۔دوسرا گروہ جس میں ہند فلسفی اور بعض یونانی حکماء جیسے فیثا غورث اور افلاطون وغیرہ تناسخ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک انسان بار بار پیدا ہوتا ہے کبھی انسانی صورت میں کبھی حیوانی صورت میں اور کبھی نباتاتی صورت میں۔ اسی کو جنم لینا کہتے ہیں۔ ہر موجودہ جنم پچھلے جنم کے اعمال پر مبنی ہوتا ہے اور جتنے وہ اچھے یا برے ہوں گے اسی کے لحاظ سے ہم کو موجود جنم میں خوشی اور راحت یا رنج و تکلیف ملے گی۔ ہم نیک کردار ہوں گے تو ہماری روح جنم کے مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی اس بڑی روح میں مدغم ہو جائے گی جسے خدا یا برہما کہتے ہیں۔ اگر ہم متواتر بداعمال ہوتے جائیں گے تو ہمیں بڑے سے بڑے جنم ملتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ صعوبتیں جھیلتے جھیلتے ہم نیک اعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں اور یوں پاک اور منزہ ہو کر برہما تک واپس جائیں۔ دونوں نظریوں کو ماننے والے روح کو جسم سے ایک علیحدہ چیز مانتے ہیں اور اسے غیرفانی سمجھتے ہیں۔
14) پروفیسر میکس ملر' پروفیسر چلڈرس اور رائس ڈیوڈس نے تمام پٹک اور مختلف بودھی کتابوں میں لفظ نروان کی تلاش کی ہے۔ اور ہر مقام پر اس کے استعمال

نے بحث کرکے نتیجہ نکالا ہے کہ اس کے معنی موت نہیں ہے جو کرم اور جنم سے مبرا ہو۔ اس خاص مفہوم کے لئے پارلی نروان اور انو پارلی سیشھا استعمال ہوتے تھے۔ نروان کے صحیح معنی دنیاوی جنت ہے۔ یعنی ایسی زندگی جو تفکرات و خواہشات سے خالی ہو اور اطمینان اور عقل سے لبریز۔

باب نمبر4

سنگھ یا جماعت فقراء

اس مذہب کی ابتدا ہی گوتم کے تارک الدنیا ہونے سے ہوئی۔ اس لئے جیسے جیسے معتقدین و پیروان بدھ کی تعداد میں اضافہ ہوا فقرا کا گروہ بڑھتا گیا۔ لیکن مذہب ان فقرا ہی تک محدود نہ تھا' اسے وہ لوگ بھی اختیار کرسکتے تھے جو گھریلو زندگی بسر کرتے تھے اور جو تجارت' زراعت یا مختلف پیشوں میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے لوگ بھی تھے جو سب کچھ چھوڑ کر راہبانہ زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو اعتقاد و عملی حیثیت سے شریعت بدھ کے ماننے والے تھے اور دنیاکے سارے دھندے بھی کرتے تھے۔ فطری طور پر ایسے لوگ جو اپنا سب کچھ تج دیتے تھے وہ زیادہ قابل عزت سمجھے جاتے تھے۔ گوتم ہی کے زمانے سے ایسے لوگوں کی ایک باقاعدہ انجمن سی بن گئی اسی کو سنگھ کہتے تھے۔ سب سے پہلے اس سنگھ میں داخل ہونے والے وہی چیلے تھے جو گوتم سے منحرف ہو کر "دشت غزالاں" میں چلے آئے تھے۔ آہستہ آہستہ اور لوگ بھی آ کر اس میں شریک ہوگئے۔ ابتدا میں داخلے کے لئے کوئی رسم نہ تھی اور نہ قوانین مرتب ہوئے تھے' لیکن بعد میں اس کے قواعد و ضوابط منضبط ہوئے اور اس نے ایک منظم حیثیت اختیار کرلی۔

چونکہ رومن کیتھولک مذہب کے علاوہ دنیا کے کسی بڑے مذہب میں سنگھ جیسی مذہبی پیشواؤں پر مشتمل منظم جماعت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اس کے داخلے کے اصول اور اس میں شامل راہبوں کی روزانہ زندگی اس کا علم دل چسپی سے خالی نہ

ہو گا۔ ہم اس لئے کچھ تفصیل پیش کر رہے۔ جو شخص سنگھ میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے حسب ذیل امور کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

شرائط و طریقہ داخلہ

1) اسے کوئی چھوت 1۔ کی بیماری نہیں ہے' نہ سل ہے' نہ دق اور نہ مرگی۔
2) وہ نہ تو غلام 2۔ ہے' نہ قرض دار اور نہ سپاہی۔
3) وہ خود اپنا ذمہ دار ہے اور اپنی خوشی سے داخلہ چاہتا ہے۔
4) اس نے اپنے والدین 3۔ سے اجازت لے لی ہے۔

جب درخواست کنندہ ان چار باتوں کا اقرار کرلیتا تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا' وہ گیروے کپڑے پہن لیتا' گوشہ نشین ہو جاتا اور تعلیم و عمل کے ذریعے اس امر کی کوشش کرتا کہ وہ "ارہت" کا درجہ حاصل کرے۔

ابتدا میں سنگھ کے ممبر سب برابر سمجھے جاتے تھے' کوئی بڑا چھوٹا نہ تھا' کسی کا کوئی خاص عہدہ نہ تھا۔ لیکن استداد زمانے نے آہستہ آہستہ اس میں مختلف منزلیں پیدا کر دیں اور مختلف طرح کے عہدے دار ہوگئے۔ یہاں تک کہ تبت میں اس وقت ایک منظم سلسلہ ہے جو دلائی لاما تک جاتا۔ لنکا 4۔ میں جو طریقہ جاری ہے وہ غالباً" سب سے پرانا ہے۔ اس لئے کہ تری ٹپک میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جو دنیادار سنگھ میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے امیدوار بننے کے وقت کم سے کم آٹھ برس کا ہونا چاہیے۔ لیکن باقاعدہ داخلہ اس وقت ہو گا جب وہ کم سے کم بیس برس کا ہو جائے گا۔ داخلے کے دن کم سے کم دس راہبوں کی ایک کمیٹی بیٹھے گی۔ اس کمیٹی کی صدارت ایسا شخص کرے گا جو کم سے کم دس برس سے سنگھ کا ممبر ہو۔ اس کمیٹی کے جلسے کے لئے چٹائیوں کی دو قطاریں ایک دوسرے کے مقابل بچھائی جائیں گی۔ ممبران انہی پر آ کر بیٹھیں گے' صدر انہی میں سے ایک قطار کے سرے پر بیٹھے گا۔ امیدوار سادہ لباس میں گردا دستر ہاتھ میں لئے ہوئے داخل ہو گا۔ اس کے آگے آگے ایک ایسا راہب ہو گا جو امیدوار کا نام سنگھ میں داخلے کے لئے پیش کرنے والا ہے۔ امیدوار جب

صدر کو دیکھے گا تو اسے سلام کرے گا اور کوئی ہدیہ پیش کرے گا۔ اس کے بعد وہ تین بار اپنے داخلے کے لئے ان الفاظ میں درخواست کرے گا۔ "حضور مجھ پر رحم فرمایئے۔ مجھ سے یہ کپڑے لے لیجے اور مجھے سنگھ میں داخل فرمایئے۔ تاکہ میں غم سے آزاد ہو جاؤں اور نروان حاصل کروں۔"

صدر اس وقت امیدوار سے گیروے کپڑوں کا پلندہ لے گا اور کچھ خاص کلمات انسانی جسم کے فانی ہونے کے متعلق اپنی زبان پر جاری کرکے وہ پلندہ امیدوار کی گردن میں ڈال دے گا۔ امیدوار ایک گوشے میں جا کر سارے کپڑے اتار کر گیروے کپڑے پہن لے گا۔ انکو پہنتے وقت وہ چند مقررہ فقرے بار بار دھراتا رہے گا' جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کپڑے محض حیا و شرم کی وجہ سے پہنتا ہے اور صرف اس لئے کہ وہ سردی و گرمی سے محفوظ رہے' گیرو جامہ پہننے کے بعد امیدوار دوبارہ صدر کے سامنے حاضر ہوگا اور گھٹنے ٹیک کر "تین مامن" اور "دس احکام" تین تین بار دھرائے گا۔

(1) تین مامن یہ ہیں:

1) میں بدھ میں پناہ لیتا ہوں۔
2) میں قانون (شریعت) میں پناہ لیتا ہوں۔
3) میں سنگھ میں پناہ لیتا ہوں۔

(2) دس احکام یہ ہیں:

1) میں قسم کھاتا ہوں کہ کسی جاندار کو نہ ماروں گا۔
2) میں قسم کھاتا ہوں کہ چوری نہ کروں گا۔
3) میں قسم کھاتا ہوں کہ ناپاکی سے پرہیز کروں گا۔
4) میں قسم کھاتا ہوں کہ نشہ اشیا استعمال نہ کروں گا۔ وہ ترقی و نیکی کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔
5) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں جھوٹ نہ بولوں گا۔

6) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ممنوع اوقات میں نہ کھاؤں گا۔
7) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ناچ گانا' ڈراما اور موسیقی سے پرہیز کروں گا۔
8) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ہار' خوشبو' تیل اور زیور استعمال نہ کروں گا۔
9) میں قسم کھاتا ہوں کہ چوڑا یا اونچا پلنگ نہ استعمال کروں گا۔
10) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کسی سے چاندی یا سونا نہ لوں گا۔

یہ عہد کرکے امیدوار کھڑا ہو کر تسلیم کرتا ہے اور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے اور وہ باقاعدہ امیدوار داخلہ بن جاتا ہے۔ وہ سنگھ کے ممبروں کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک بھکشو نہیں پکارا جا سکتا۔ بھکشو بننے کے لئے اسے کچھ دنوں امیدواری کرنے کے بعد پھر درخواست دینا ہوگی اور پھر وہ ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوگا جب امیدوار کمیٹی کے سامنے جائے گا تو وہ گیروے کپڑے اتار ڈالے گا اور سادے کپڑوں میں اسے پھر تمام وہ رسمیں ادا کرنا پڑیں گی جو اس نے پہلی بار ادا کی تھیں لیکن اب کے مامن اور احکام کے اقرار کے بعد وہ باہر نہ جائے گا بلکہ صدر سے درخواست کرے گا کہ میرا گروؤ بننا قبول فرمائیں۔ جب صدر اظہار رضامندی کرے گا تو امیدوار ایک گوشے میں چلا جائے گا جہاں اس کی گردن میں بھیک کا ٹھیکرا لٹکا دیا جائے گا' پھر ایک راہب جو اس کے داخلے کا محرک یا اس کا وکیل ہوگا اسے ساتھ لے کر کمیٹی کے روبرو کھڑا ہوگا اور بیٹھے ہوئے راہبوں میں سے ایک اٹھ کر ان کے پاس جائے گا۔ اب تینوں اس طرح کھڑے ہوں گے کہ امیدوار بیچ میں ہوگا اور دونوں راہب اس کی دائیں اور بائیں جانب۔ اب یہ دونوں راہب اس امیدوار کے وکیل سمجھے جائیں گے۔ وہ اس سے یہ سوالات کرتے ہیں "تمہارا کیا نام ہے؟ تمہارے گرو کا کیا نام ہے؟ تمہارے پاس بھیک کا ٹھیکرا اور بھکشو کا لبادہ ہے؟ تمہیں کوئی ممنوع بیماری تو نہیں ہے؟ تمہارے والدین نے تمہیں داخلے کی اجازت دی ہے؟ تم آزاد ہو اور اپنی خوشی سے سنگھ میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ جب ان تمام باتوں کا انہیں تسلی بخش جواب مل جاتا ہے تو وہ کمیٹی کو اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ اس قابل ہے کہ سنگھ میں داخل کرلیا جائے۔ اس پر کمیٹی اسے سنگھ میں داخل ہونے کی اجازت دیتی ہے اور امیدوار گھٹنے ٹیک کر تین بار کہتا ہے۔ بھکشوو میں آپ سے داخلے کی درخواست کرتا ہوں' مجھ پر رحم فرمائیے اور

مجھے اٹھا لیجئے" وکلا تب تین بار پھر اپنے سوالات زور زور سے دہراتے ہیں اور تین بار کمیٹی سے پوچھتے ہیں کہ کسی کو امیدوار کی شمولیت میں اعتراض تو نہیں ہے جب کوئی اعتراض نہیں کرتا' تو وہ صدر کے سامنے تعظیما" جھک کر کہتے ہیں "فلاں کو سنگھ نے داخل کرلیا' فلاں اس کا مربی یا گرو ہے۔ کمیٹی اس سے اتفاق کرتی ہے اور اسی لئے خاموش ہے۔"

اس رسم کے ادا ہونے کے بعد ممبروں میں سے ایک اٹھ کر سنگھ کے قواعد پڑھ کر سناتا ہے اور داخل شدہ امیدوار کو ہدایت کرتا ہے کہ اس پر ان قواعد کی پابندی لازمی ہے۔ نیا راہب نئے گرو کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اور اس کی ہر طرح خدمت کرتا ہے۔ گرو اسے شریعت کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی ہر طرح خبرگیری کرتا ہے۔

اس طرح کا مبتدی سمرنہ کہلاتا ہے۔ مکمل راہب کا اعلیٰ ترین درجہ سمرن اور بھکشو ہے۔ سنگھ کے ان تمام ممبروں کے بارے میں بہت تفصیلی احکام دیئے گئے ہیں جو ہر مہینے ان کے جلسے میں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ ان احکام کا سراغ پانچویں صدی ق' م تک لگتا ہے اور اس کے یقین کرنے کے کافی اسباب ہیں کہ انہیں خود گوتم مقرر کر گئے تھے۔

ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:

1- **غذا**: راہب ٹھوس غذا صرف دوپہر تک کھا سکتا ہے' دوپہر کے بعد دوسرے دن صبح تک وہ صرف دودھ پی سکتا ہے یا ایسی ہی کوئی رقیق چیز: منشیات سے پرہیز واجب ہے۔ وہ صرف وہی چیزیں کھائے گا جو اسے بھیک میں ملیں گی۔ بھیک مانگنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ اپنا مٹی کا پیالہ لے کر ہر مکان کے دروازے پر جا کر خاموش کھڑا ہو جائے گا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا اور کچھ اس کے پیالے میں ڈال دیا تو وہ دعا دیتا ہوا آگے بڑھ جائے گا اور نہ یونہی خاموش ایک دروازے سے دوسرے دروازے جائے گا۔ اس کا خیال نہ کرے گا کہ صاحب مکان امیر ہے یا غریب' برہمن ہے یا بھنگی' اسے جو کچھ ملے گا وہ لے کر اپنی کٹی میں چلا جائے گا۔ وہاں بیٹھ کر اس بھیک کو کھائے گا اور برابر یہ سوچتا رہے گا کہ جسم کس قدر اذیت دہ ہے کہ اس کی بقا کے لئے اسے بھیک مانگنا پڑتی

ہے۔

راہبوں میں جو لوگ بلند مقام رکھتے ہیں ان کے لئے گوشت خوری' دعوتوں میں جانا اور ایسی چیزوں کا کھانا ممنوع قرار دیا گیا ہے جو بغیر بھیک مانگے ملیں۔

2- قیام : قیام کے لئے سب سے بہتر جگہ جنگل بتائی گئی ہے' مگر راہب زیادہ تر باغوں میں رہتے تھے۔ گوتم کے زمانے میں دولت مند عقیدت مندوں نے خود ان کے اور راہبوں کے قیام کے لئے مختلف مٹھ بنوا دیئے تھے۔ اس طرح کے مٹھ بعد میں بہ کثرت بنے۔ گوتم کی پیروی میں چار مہینے برسات کے موسم میں انہی مٹھوں میں قیام کرنے کا حکم تھا۔ بقیہ آٹھ مہینے تبلیغی دوروں میں صرف کرنا لازم تھا۔

3- لباس : اس کے متعلق یہ ہدایت ہے کہ جہاں تک ہوسکے دوسروں کے اتارے ہوئے پھٹے پرانے کپڑے پہنے جائیں۔ لیکن گوتم کے زمانے ہی میں راہبوں کے لئے گیروا لباس متعین کر دیا گیا تھا' یہ لباس تین کپڑوں پر مشتمل ہے' لنگوٹ' تہمد اور لمبا چادر جو پاؤں سے لپیٹ کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالا جائے کہ وہ داہنا کندھا کھلا رہے۔ ان تینوں کپڑوں کو متعدد جگہوں سے پھاڑ کر سی لیتے ہیں۔ تاکہ یہ کسی اور مصرف میں نہ لائے جاسکیں اور سبب زینت نہ بنیں۔

4- پرہیزگاری و افلاس : راہبوں کے لئے جنسی تعلقات قطعی ممنوع ہیں اس کے گناہ کا درجہ چوری اور قتل کے برابر ہے۔ ان میں سے اگر کسی گناہ کا مرتکب کوئی راہب ہوگا تو وہ سنگھ سے نکال دیا جائے گا۔ افلاس کے بارے میں بھی بہت سخت احکام ہیں۔ راہب اپنے پاس کسی وقت بھی آٹھ چیزوں سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ یعنی تینوں کپڑے (لنگوٹ' تہمد' چادر)' ایک کمربند یا پٹی' ایک بھیک کا پیالہ' ایک استرا' ایک سوئی اور ایک چھنا۔ آخرالذکر اس لئے رکھے گا کہ ہر رقیق چیز چھان کر پیئے تاکہ کوئی جاندار اس کے معدے میں نہ چلا جائے اور اس طرح راہب نادانستہ طور پر سہی مگر ایک جاندار کی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔

5- فرماں برداری : اطاعت صرف شریعت کی لازمی ہے۔ کسی بزرگ یا اپنے سے بڑے راہب کی صرف تعلیم و تکریم کافی ہے۔ کسی نوارو امیدوار کو بھی کوئی پرانے سے پرانا راہب اپنے حکم کا پابند نہیں بنا سکتا۔ ورنہ اس سلسلے میں اس پر حکم عدولی کا الزام

لگا سکتا ہے۔ یعنی جس طرح کی افسری ماتحتی ملازموں میں ہوتی ہے بودھ مذہب میں اس طرح کی کوئی قباحت نہیں ہے۔

ایک نئے راہب کی روزانہ زندگی و نیا چریاؤں میں یوں بیان کی گئی ہے۔

"وہ طلوع آفتاب سے پہلے اٹھ کر نہائے گا' پھر وہار (بودھ مندر) میں جھاڑو دے گا۔ اس کے بعد بودھی درخت کا تھالا صاف کرے گا' پینے کا پانی بھرے گا۔ اسے چھانے گا اور استعمال کے قابل بنائے گا' پھر کسی تنہا مقام پر بیٹھ کر احکام شریعت پر غور کرے گا۔ اس کے بعد باغ سے پھول چنے گا اور انہیں اس مندر پر چڑھائے گا جہاں بدھ کی یادگاریں دفن ہیں۔ پھول چڑھاتے وقت ہی سوچا جائے گا کہ گوتم بدھ کتنے جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے اور وہ خود کتنا نکما اور ذلیل ہے۔ اس کے بعد وہ بھیک کا ٹھیکرا لے کر اپنے گرو کے ساتھ بھیک مانگنے جائے گا۔ وہاں سے واپس آکر وہ پانی لا کر گرو کے پاؤں دھوئے گا اور انہیں کھانا کھلائے گا' ان کے کھلانے کے بعد وہ خود کھائے گا اور دونوں ٹھیکروں کو دھوئے گا۔ پھر کہیں بیٹھ کر ایک گھنٹے تک بدھ اور ان کی تعلیمات پر غور کرتا رہے گا۔ اس کے بعد کوئی مذہبی کتاب لے کر یا تو اپنے گرو سے سبق لے گا یا اس کتاب کو نقل کرے گا اور ہر وقت اس میں لکھے ہوئے احکام کے معانی و مطالب پر غور کرتا رہے گا۔

دھیان کے اقسام:

چیلوں کی وجہ سے گرو کا بہت سا وقت بچے گا۔ یہ سارا وقت وہ دھیان میں صرف کرے گا۔ یہ دھیان پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔

(1) پتا بھاؤنا (محبت کا دھیان) اس پر غور کیا جائے کہ مصیبت اور آلام کی زندگی سے چھٹکارا پا کر کیسی خوشی حاصل ہوسکتی ہے اور اگر اس طرح کی خوشی ساری دنیا کو حاصل ہو جائے تو کتنا اچھا ہو' یعنی دھیان کرنے والا اپنے دل کو اس قدر محبت خلق سے بھرے گا کہ وہ یہ چاہے گا کہ سب جاندار آلام و مصیبت سے چھٹکارا پائیں اور سب کو مسرت و خوشی حاصل ہو۔ مختصر یہ کہ وہ ساری دنیا کی محبت سے اپنے دل کو بھرے گا اور سب کا بھلا چاہے گا۔

2- کرونا بھاؤنا (ہمدردی کا دھیان) دھیان کرنے والا یہ سوچے گا کہ دنیا غم و وہم سے بھری ہوئی ہے اور اس کی کوشش کرے گا کہ وہ عالم کے مجبوروں اور مہجوروں کی تکلیف کو محسوس کرے اور اس طرح ان کے لئے اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے۔

3- مدیتا بھاؤنا (خوشی کا دھیان) دوسروں کی خوشی کا خیال کیا جائے گا اور ان کی خوشی سے مسرت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

4- اسوبھ بھاؤنا (نجات کا دھیان) اس پر غور کیا جائے گا کہ جسم کس قدر خراب چیز ہے اور وہ کس طرح بیماری اور موت کا شکار ہوتا ہے اور اس کی پابندیوں سے آزاد ہونا کس قدر ضروری ہے۔

5- اپکشا بھاؤنا (اطمینان دماغی کا دھیان) اس دھیان میں درویش یا راہب دنیا کی تمام اچھائیوں' برائیوں' رنج و خوشی' صحت و بیماری' دولت و افلاس وغیرہ پر غور کرے گا اور اس کی کوشش کرے گا کہ وہ ان تمام باتوں سے کوئی اثر نہ لے۔

راہبوں سے گوتم کی آخری گفتگو:

اس سلسلے میں گوتم کا آخری خطاب بھی قابل ذکر ہے جو انہوں نے اپنے انتقال سے پہلے کوٹا گارہ ہال میں راہبوں کو مجتمع کرکے دیا تھا۔ ہم اس خطبہ کو سنگھ کے فرائض کا نچوڑ کہہ سکتے ہیں۔ بدھ سوتر میں جن الفاظ میں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

گوتم نے فرمایا "او درویشو! اس قانون (شریعت) کو جو میں نے تم پر ظاہر کیا ہے اچھی طرح یاد کرڈالو' اس پر عمل کرو' اسے مکمل کرو اور اس کی تبلیغ کرو تاکہ میرا یہ مذہب دنیا سے ہمدردی اور دیوتاؤں اور آدمیوں کے فائدے کے لئے بہت دنوں تک باقی رہے۔ یہ قانون (شریعت) کیا ہے؟ یہ چار پرخلوص مراقبے ہیں' چار بڑی کوششیں ہیں' بدھی تک پہنچنے کی چار سڑکیں ہیں۔ پانچ اخلاقی طاقتیں ہیں اور افضل و اشرف ہشت پھل راستہ ہے۔"

ان جامع فقرات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے اور اس مختصری

کتاب میں زیادہ وضاحت کی گنجائش نہیں' اس لئے ان کے معنی مختصر طور سے بتا دینے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

1- ہشت پہل راستہ : ان تعلیمات کو بدھ کے سلسلے میں بتایا جا چکا ہے۔

2- چار پرخلوص مراقبے (ستھی پتھانا) یہ ہیں :

(الف) جسم کی کثافت کے بارے میں۔

(ب) ان برائیوں کے متعلق جو احساسات سے پیدا ہوتی ہیں۔

(ج) خیالات و تصورات کے غیر مستقل و غیر مستحکم ہونے کے بارے میں۔

(د) زندگی کے حالات و پابندیوں کے متعلق۔

3- چار بڑی کوششیں (سمبدھانا) یہ ہیں :

(الف) اس کی کوشش کہ بری صفتیں نہ پیدا ہوں۔

(ب) پیدا شدہ بری صفتوں کو ترک کرنے کی کوشش۔

(ج) غیر موجود اچھائیوں کو وجود میں لانے کی کوشش۔

(د) ان اچھائیوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوششیں جو موجود ہیں۔

4- ولایت کی چار سڑکیں (ادھی پدا) یعنی ولایت حاصل کرنے کی چار سیڑھیاں ہیں :

1- ولایت حاصل کرنے کا مستحکم ارادہ۔

2- اس کے حاصل کرنے کی کوشش۔

3- اس کے حصول کے لئے دل کی طہارت۔

4- تلاش حق۔

5- پانچ اخلاقی قوتیں (پلانی) یا ذہنی صلاحیتیں (اندر پالی) یہ ہیں۔

1- اعتقاد

2- سرگرمی

3- یاد

4- غور

5- وجدان

انھی پانچ اخلاقی قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں میں سے اعتقاد کو نکال کے چار مزید صفتیں شامل کرتے ہیں یعنی تحقیق کتب مذہب' مسرت' اطمینان و سکون اور وجدان کو ان میں داخل کرتے ہیں اور انھیں سات عقل مندیاں (بودھی رنگی) کہتے ہیں۔

اسی سلسلے میں دو طریقے راہبوں کو ریاضت کے بتائے گئے ہیں اور انھیں جھان اور سادھی کہتے ہیں۔

جھان: یہ پالی کا لفظ ہے۔ سنسکرت میں اس کا مترادف لفظ دھیان ہے' عربی میں اسے استغراق کہہ سکتے ہیں' اس جھان کی چار منزلیں ہیں۔

1- پہلی منزل خوشی و مسرت کی وہ حالت ہے جو اس تنہائی میں پیدا ہوئی ہے جو غور و فکر میں گزاری جائے۔

2- دوسری منزل وہ کیفیت سرور ہے جو اطمینان عمیق سے پیدا ہوتی ہے اور جہاں غور و تامل کا گزر نہیں ہے۔ ایسی حالت میں خیال میں آسودگی ہوتی ہے اور انکشاف ہوتا ہے۔

3- تیسری منزل وہ آسودگی ہے جو خواہشات نفس کے مارنے سے پیدا ہوتی ہے اور جس میں مسرت کی لہریں سارے جسم میں دوڑتی رہتی ہیں' جس میں قناعت ہے' یادیں ہیں اور خوشیاں۔

4- چوتھی منزل وہ ہے جس میں بے اثری و بے تعلقی اس حد کی ہوتی ہے کہ نہ کسی امر کی خوشی ہوتی ہے نہ کسی بات کا غم۔ وہاں مسرت' رنج دونوں کا گزر نہیں اور نہ ان کا کوئی اثر ہے۔

پہلے جھان میں درویش کسی دقیق مذہبی نکتے پر غور کرتا ہے سوچتا ہے اور ہر پہلو سے نظر کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی دماغی الجھنیں جاتی رہتی ہیں۔ اور انکشافی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے' اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی دوسری منزل شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ موضوع غور و فکر ذہن سے غائب ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک دیرپا خوشی جسم بھر میں محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایک مدہوشی چھانے لگتی ہے۔ اس کیفیت سے تیسری منزل کی ابتدا ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں یہ احساس مسرت بھی جاتا رہتا ہے اور صرف اس کی یادیں باقی رہ جاتی ہیں اور سالک پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ نہ تو کسی قسم

کی کوئی خوشی رہ جاتی ہے اور نہ کوئی رنج بلکہ بے پروائی اور استغنا اس پر چھا جاتی ہے اور یہی تکمیل ریاضت ہے۔ اس کو ابھتا کہتے ہیں اور یہی ارہت کا درجہ ہے۔

2- سماھی یہ ای طرح کی سمریزم کی ریاضت ہے جس کے ذریعے اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کرلی جائے کہ ہر طرح کا احساس وقتی طور پر فنا ہو جائے اور انسان جسم و جسمانیات سے منزہ محسوس کرنے لگے۔ اسی ریاضت کے ذریعے وہ کیفیت پیدا کی جاسکتی ہے جس میں ایک زندہ انسان بالکل مردہ معلوم ہو' اور کچھ دیر کے لئے اس میں اور ایک لاش میں کوئی فرق نہ معلوم ہو' اس طرح کی قوت حاصل کرلینا بودھ مذہب میں جسم پر سب سے بڑی فتح حاصل کرلینا سمجھا جاتا ہے اور تبت کے لاما اس میں ید طولی رکھتے ہیں۔

ان ریاضتوں کے بارے میں اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوتم بدھ کے پہلے سے ہندوستان میں پائیجاتی تھیں اور خود انہوں نے جپ تپ کے سلسلے میں ان کی آزمائش کرکے انہیں ترک کر دیا تھا۔ اس لئے یہ یقینی بودھ مذہب میں گوتم کے بعد برہمنوں کی ریس میں شامل کی گئیں ہیں اور انہیں اصل مذہب کا جزو سمجھنا غلطی ہوگی۔

حوالہ جات

1) پہلا قاعدہ حفظان صحت کے اصول پر مبنی ہے۔

2) دوسرے ضابطے سے معلوم ہوتا ہے کہ (الف) اس زمانے میں غلامی رائج تھی اور غلام کو آقا کی ملکیت سمجھتے تھے (ب) یہ ویدی قانون جاری تھا کہ قرض خواہ قرض دار کو بیچ سکتا ہے اور اس طرح وہ اس کی ملکیت ہوتا تھا۔ (ج) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مذہب حکومت سے متصادم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

3) یہ قاعدہ بدھ نے راہل کو سنگھ میں داخل کرنے کے بعد شدودھن کے احتجاج پر بنایا تھا۔

4) Sacred Books of ast

آٹھویں جلد صفحہ 230 تا 236

باب نمبر5

تبدیلیاں اور اضافے

پچھلے صفحات میں بدھ کی ان تعلیمات سے بحث کی جا چکی ہے جو اس مذہب کی سب سے پرانی کتابوں میں ملتی ہیں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے خود ان کے زمانے کی کوئی تحریر موجود نہیں۔ جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ ان تری ٹپک کا ترجمہ در ترجمہ ہے' جو تقریباً تین سو برس بعد اشوک کے زمانے میں نظم کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ اور ان کا منبع محض حافظہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آریہ قوم میں اور خصوصاً" اس کی ہندوستانی شاخ میں حفظ کرنا ایک باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور پوری پوری کتابوں کا یاد کرلینا ان کے لئے کوئی بات نہ تھی۔ پھر بھی لب و لہجہ اور تلفظ کی وجہ سے الفاظ کے ردوبدل سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور ترجمے کے ہیرپھیر سے ایک سیدھی سی بات بھی نہ معلوم کیا سے کیا بن سکتی ہے' تحریف و افسانے کا بھی امکان ہے اور ہنیان 1؎ و ماہیان فرق کی تفسیرات کے اختلافات کی بھی گنجائش ہے۔ ہم نے اس وقت تک اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہم صرف وہی باتیں بیان کریں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

متفق علیہ امور سے نتائج:

1- ان متفق علیہ امور کے مطالعے سے جو امور سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ گوتم

بدھ نے خدا کے وجود سے انکار نہیں کیا' لیکن انہوں نے اس کے متعلق کوئی واضح بات بھی نہیں کہی' جس سے ان کے پیروؤں کو ہدایت ہو سکتی۔

2- انہوں نے روح سے تو انکار کیا لیکن وہ نتائج کے قائل تھے۔ یہ مسئلہ بغیر روح کے وجود کو تسلیم کئے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا' اس لئے انہوں نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے کرم کا نظریہ پیش کیا' اور اسے ایک حد تک غیر فانی مانا اور اس کو وجود میں لانے کا باعث بتایا۔ مگر انہوں نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا کہ انسان سب سے پہلی مرتبہ کیوں وجود میں آیا۔ اس وقت تو کوئی کرم نہ تھا' پھر آخر کیا چیز تھی جس نے عناصر و صفات و رجحانات کو مجتمع کیا اور حیات بخشی؟

3- انہوں نے دیوی و دیوتاؤں کی دنیا تسلیم کی اور مانی' لیکن انہوں نے ان کو بھی کرم کا پابند بنایا اور انسانوں کی طرح فانی مانا۔ لیکن انہوں نے نہ تو ان دیوی دیوتاؤں کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور نہ ان میں اور انسانوں میں فرق بتانے کی ضرورت محسوس کی۔

4- انہوں نے انسان کی سب سے بڑی ترقی حصول نروان بتائی۔ یعنی اطمینان و سکون کی زندگی اور ہمیشہ کے لئے فنا۔ اس چیز نے انسان سے ترقی کرنے اور بہتر سے بہتر بننے کی ایک فطری خواہش چھین لی۔ ہندوستان میں جتنے مذاہب تھے وہ اس کے قائل تھے کہ

دریا سے یہ موتی نکلا تھا
دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

انہیں ایسے نروان سے جو انہیں ابدی بنانے کی جگہ مشت خاک بنا کر رکھ دے کسی طرح تسکین نہ حاصل ہو سکتی تھی۔

5- انہوں نے رسم کی مخالفت کی۔ ذاتوں کی تفریق سے انکار کیا اور سنگھ میں نائی اور بھنگی تک کو داخل کیا۔ یہ آریائی روایات اور مزاج کے خلاف تھا۔ آریہ ہمیشہ

سے پاکیزگی نسل کا حد سے زیادہ خیال رکھتے ہیں' وہ خود کو دوسری قوموں سے بہتر و برتر سمجھتے ہیں اور وہ رواسم و علامات و نشانات کے بہت زیادہ قائل ہیں۔ غرض ابتدا ہی سے اس مذہب میں کچھ ایسی کمیاں تھیں جن کی وجہ سے یہ تبدیلیوں اور اضافوں کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ شروع تو کیا گیا جپ تپ کو ترک کرکے اور جسم آزاری کے خلاف مگر اس کے بھکشوؤں کے گروہ نے گوتم کے زمانے ہی میں جو تنظیمی صورت اختیار کی اس میں جپ تپ اور جسم آزاری سب کچھ موجود ہے۔ بھکشو راہبانہ زندگی بسر کرے گا۔ جنسی لذت سے محروم رہے گا' بھیک مانگے گا' پھٹے پرانے کپڑے پہنے گا' آرام دہ بستر پر نہ سوئے گا' خوشبو' عطر' روغنیات کا استعمال نہ کرے گا۔ صرف دوپہر تک ٹھوس غذا کھائے گا' پھر زیادہ تر بھوکا ہی رہے گا وغیرہ۔ یہ سب تن آسانی کے برعکس جسم آزاری کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مختلف طرح کے جھان جپ تپ ہیں۔ لیکن گوتم کی شخصیت ان کی عام ہمدردی' راج کمار ہونے کے باوجود ایک معمولی بھکشو کی طرح زندگی بسر کرنا' ان کی وجاہت اور علمی قابلیت یہ ایک خاص اپیل رکھتی تھیں اور اس لئے ان کے سامنے اور زندگی میں ان کی تعریف میں عیب اور نقص نکالنا بڑی جرات کا کام تھا۔

اختلافات کی ابتداء:

پھر بھی انہیں کی زندگی میں اختلاف کی علامات پائی جاتی تھیں۔ بھنگی کو سنگھ میں داخل کرتے وقت اونچی ذات کے ممبروں نے ناک بھوں چڑھائی تھی۔ جگال نے ان کے خلاف راہبوں کو بھڑکایا تھا۔ دیودت نے صاف صاف ان سے بغاوت کی تھی۔ جب وہ نہ رہے تو ان کی تجہیز و تکفین ہی سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان کے انتقال کے سو برس بعد ویسالی کے مقام پر کونسل ہوئی تو سنگھ میں نہایت ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہوئے' مثلاً سینگ کے برتن میں نمک جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز' دوپہر کا کھانا اس وقت کھا سکتے ہیں یا نہیں' جب سورج دو انگلی نیچے چلا جائے' دوپہر کے کھانے کے

بعد دہی کھایا جاسکتا ہے کہ نہیں۔ بھنگ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ چٹائی یا بوریا اگر بے کنار کا ہو تو اس کے لئے مقررہ لمبائی چوڑائی کا ہونا جائز ہے یا نہیں۔ سونا چاندی رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں 2۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض نئے نئے قوانین بنے' گوتم کے الفاظ نے نئے نئے معنی پہنے' بودھ مذہب روز نئے چولے بدلنے لگا' اور تھوڑے ہی دنوں میں اتنے اضافے ہوئے کہ ہر ملک کا بدھ مذہب دوسرے ملک سے مختلف ہوگیا۔

گوتم سے پہلے کے بدھ:

سب سے پہلی بات جو خود گوتم کے بارے میں کہی گئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے خود کہا تھا کہ "میں اپنے پیش رو بدھوں میں سے ایک ہوں" جس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے پہلے بہت سے بدھ آ چکے ہیں اور ان کے بعد بھی آئیں گے۔ چنانچہ یہ کہا جانے لگا کہ ایک بدھ دنیا میں آ کر حقیقت اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے لیکن جب دنیا اس کی تعلیمات بھول جاتی ہے تو دوسرا بدھ آتا ہے اور وہ پھر رہنمائی کرتا ہے۔ اس طرح برابر بدھ آتے رہتے ہیں۔ گوتم کے بارے میں کہا گیا کہ وہ چوبیسویں بدھ تھے۔ ان سے پہلے تئیس بدھ آ چکے تھے۔ گوتم سے پہلے جو بدھ آئے تھے۔ ان کا نام کیسپ تھا اور ان کی تعلیمات جو "سوت ٹپک" میں ہیں' گوتم کی تعلیمات سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ چنانچہ کیسپ اور ان کے پیش رو بدھوں کو ماننے والے ہندوستان میں سرا دستی کے قریب چوتھی صدی عیسوی تک موجود تھے اور فاہیان نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گوتم کو بدھ نہ مانتے تھے بلکہ مرتد سمجھتے تھے اور اس کے قائل تھے کہ ابھی ایک بدھ اور آئے گا جن کا نام ستربدھ یا رحمت 3۔ کا بدھ ہوگا۔

گوتم کے بارے میں یہ خیال بھی رائج ہوگیا کہ وہ اعلم تھے اور معصوم۔ ان کی پیدائش کے بارے میں اس طرح کی کرامتوں اور معجزوں کا یقین دلایا جانے لگا' جن کا برہمن اپنے دیوتاؤں کے بارے میں یقین رکھتے تھے اور جو ہر مذہب کے بانیوں کے بارے میں ان کی کتب مذہبی میں بیان کئے گئے ہیں۔

گوتم اولوہیت کے درجے پر:

یہ کہا جانے لگا کہ گوتم کسی انسان کے بیٹے نہ تھے وہ خود سے ایک سپید ہاتھی کی صورت میں اپنی ماں کے پیٹ میں منتقل ہوگئے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو زمین و آسمان نے ان کو سجدہ کیا' درخت نے خود بخود جھک کر ان کی ماں پر سایہ کیا اور دیوتاؤں نے دایہ کا کام سرانجام دیا۔ چونکہ ان کی ماں کے بطن سے ایسی جلیل القدر ہستی کے پیدا ہونے کے بعد کسی دوسری اولاد کا پیدا ہونا مناسب نہ تھا' اس لئے وہ پیدائش کے ساتویں دن آسمان پر اٹھا لی گئیں۔ جب وہ رحم مادر میں آئے تو بتیس علامتیں ظاہر ہوئیں۔ دس ہزار دنیائیں روشنی سے بھر گئیں' اندھوں کو آنکھیں مل گئیں' گونگوں کو زبان' اور بہروں کو کان عطا ہوئے۔ ٹیڑھے سیدھے ہوگئے۔ لنگڑے چلنے پھرنے لگے اور قیدی آزاد ہوگئے' ساری فطرت مسکرا اٹھی' زمین و آسمان کے سارے باشندے خوش ہوگئے' جہنم کی آگ بجھ گئی معصومین کے عذاب میں کمی ہوگئی۔ وہ دس ماہ رحم مادر میں چار زانوں اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کا نوری مجسمہ صاف دکھائی دیتا تھا اور وہ اسی حالت میں دیوتاؤں کو تعلیم دیتے تھے اور تلقین حق فرماتے تھے۔

معجزات:

پیدا ہوتے ہی وہ سات قدم چلے اور انہوں نے مشیرانہ آواز میں کہا "میں سارے عالم کا مختار و مالک ہوں اور یہ میرا آخری جنم ہے"۔ جب انہیں پیدائش کے بعد مذہبی رسم کے مطابق پہلی بار مندر میں دیوتاؤں کے سامنے پیش کرنے کے لئے گئے تو سارے بت سروقد تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور ان کے قدموں میں سجدے کے لئے گر پڑے۔ جب ان کی تعلیم کے لئے دور دور سے کامل اساتذہ بلائے گئے تو پہلے ہی دن انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ہر فن اور علم میں اپنے استادوں سے زیادہ ماہر اور کامل ہیں۔ زندگی میں بھی اس طرح کے بہت سے معجزات بیان کئے جاتے ہیں' مثلاً وہ کئی بار ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ چلے گئے' تخیل نے یہاں تک پرواز کی کہ تبلیغ کے چھٹے سال میں انہیں اڑا کر آسمان پر پہنچایا جہاں انہوں نے تشنہ دیو لوک میں اپنی

مردہ ماں کو شریعت کی تعلیم دی 4۔

مرنے کے بعد جب ان کے ایک چیلے کاسیپ نے خواہش کی کہ کاش وہ ان کے قدموں کی ایک بار پھر زیارت کرلیتا جن پر چکروتی راجاؤں کی علامات و نشانات موجود تھے تو گوتم کے پاؤں خودبخود کفن سے باہر نکل پڑے اور جب وہ انہیں آنکھوں سے لگا چکا تو پھر اس طرح کفن کے اندر چلے گئے کہ نہ تو کوئی گرہ کھلی اور نہ کہیں سے کفن پھٹا۔

اسی کے ساتھ ساتھ ہر مقام کے بودھ عقیدت مندوں نے اپنے ملک کی برتری ظاہر کرنے کے لئے گوتم کے سوانح میں ایسے واقعات کا بھی اضافہ کر دیا جو نہ تو عقل میں آتے ہیں اور نہ جن کے لئے کوئی تاریخی ثبوت ہے۔ مثلاً لنکا والوں نے اپنی کتب مذہبی میں یہ لکھ دیا ہے کہ گوتم تین بار لنکا تشریف لے گئے اور ان کے دانت لنکا میں دفن ہیں۔ ان کا قول ہے کہ گوتم کے جلائے جانے کے بعد ارہات کتم ان کے دانت چتا سے نکال لے گئے اور انہوں نے ان مقدس یادگاروں کو لنکا پہنچا دیا۔ برما اور سیام والے بھی اپنے اپنے ملکوں کے بارے میں اسی طرح کے واقعات اور یادگاروں کے مدعی ہیں' اور خوب نمک مرچ لگا کر فرضی قصے واقعات کی حیثیت سے بیان کرتے ہیں۔ مہایان فرقے والوں نے' جو تبت' نیپال چین' جاپان' منگولیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اس مذہب کو ایسا جامعہ پہنایا ہے جس نے اسے ہنیان فرقے والے یعنی لنکا اور برما کے بودھوں کے اعتقادات سے بالکل ہی الگ چیز بنا دیا ہے۔

شمالی بدھ اور گوتم:

ان شمالی بدھوں کے نزدیک دھیان (استغراق) کی پانچ منزلیں ہیں اور اس دنیا کے اوپر ایک دیوتاؤں کی دنیا ہے اور اس کے اوپر برہما کی سولہ دنیائیں یا برہم لوگ ہیں۔ ہر دھیان کے ساتھ تین برہم لوگ وابستہ ہیں۔ جو شخص استغراق کی منزلیں اس دنیا میں طے کرلیتا ہے وہ نویں برہم لوک میں پہنچتا ہے۔ جو چار دھیان پورے کرلیتا ہے وہ دسویں یا گیارہویں برہم لوک میں جاتا ہے۔ بقیہ لوک وہیں دھیان کرکے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر تین لوک کا سردار ایک دھیانی بدھ ہے اور سارے برہم لوک انہی پانچوا

دھیانی بدھوں پر منقسم ہیں۔ ہر دنیاوی بدھ کا ایک ہمزاد دھیانی بدھ ہوتا ہے۔ گو دنیاوی بدھ فانی ہوتا ہے' مگر سماوی بدھ یعنی دھیانی بدھ باقی رہتا ہے۔ پانچ دنیاوی بدھ وہی ہیں جن میں تین گوتم سے پہلے آئے ہیں' چوتھے خود گوتم اور پانچویں متریہ بدھ آنے والا ہے' چونکہ دھیانی بدھوں کی تعداد غیر محدود ہے اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پانچ ہی بدھوں میں برہم لوک کیوں منقسم ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ دنیا بار بار مٹتی اور بنتی رہتی ہے اور اس میعاد کو کہ جب تک ایک دنیا رہتی ہے ایک کلپ کہتے ہیں۔ ہر کلپ میں صرف پانچ ہی دھیانی بدھ اور ان کے اوتار دنیاوی بدھ ہوتے ہیں۔ اس موجود کلپ کے بھی پانچ بدھ ہیں۔ تبت اور نیپال کے بودھوں کی اس نظریے سے تسکین نہیں ہوئی۔ انہوں نے دسویں صدی عیسوی میں اسی سلسلے میں ایک واجب الوجود بدھ اور بڑھایا جسے ادی بدھ کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ادی بدھ نے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا پانچوں دھیان کے ذریعے پانچ دھیانی بدھ اپنے میں سے پیدا کئے۔ ان دھیانی بدھوں نے اپنی عقل و قوت فکر کے ذریعے اپنے میں سے پانچ بدھستو پیدا کیے۔ ان بدھستوں نے اپنی عقل و دانش سے کام لے کر اپنے غیرمادی جوہروں میں ایک مادی دنیا پیدا کر دی۔ ہماری موجودہ دنیا چوتھے بدھستو کی پیدا کردہ ہے جس کا نام اولو کی تسور ہے اور یہی تبت کے دلائی لاما کی صورت میں ظہور کیا کرتے ہیں۔

سرحدی بودھ:

سرحدی بودھوں نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا' وہ قتل و غارت گری کے عادی تھے اور شیو کے پجاری 5۔ چنانچہ جب اسنگ راہب نے چھٹی صدی عیسوی میں بودھ مذہب وہاں پھیلایا تو اس نے اس مذہب کو ایک اور رنگ دیا۔ اسنگ نے بدھوں کے برہم لوک میں کچھ خاص لوک سرحدی دیوتاؤں کو دے دیئے' اور سرحدیوں کو یہ بتایا کہ یہ دیوتا بھی بدھ کے پجاری اور اولو کی تسور کے حامی ہیں۔ اسی شخص نے جادو اور منتر کا سیکھنا بھی بدھ مذہب کی ریاضت میں شامل کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بودھ مندروں میں بھی مختلف طرح کے دیوتاؤں کی مورتیاں پوجنے کا رواج آگیا ہے اور صرف طرح طرح

کی رسمیں جزو مذہب نہیں بنیں بلکہ باقاعدہ منتر جگایا جانے لگا اور ٹونے ٹوٹکے بدھ دھرم کے خاص عناصر بن گئے ہیں۔

حوالہ جات

) بدھ مذہب کچھ صدیوں بعد یوں تو اٹھارہ فرقوں میں تقسیم ہوگیا لیکن ان میں' دوسب سے بڑ فرقے ہیں۔ ایک ہنیان (چھوٹی گاڑی) دوسرے ماہنیان (بڑی گاڑی)۔ لنکا اور برما والے ہنیان ہیں۔ تبت' چین' جاپان' وغیرہ' شمال کے بودھ' ماہنیان کے قائل ہیں۔

) لالہ لاجپت رائے

) عیسائیوں نے آنے والے متر بدھ کو مسیح بتایا ہے اور وہ بودھ مذہب والوں کو بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ہی متر بدھ ہیں۔ مسلمان اس مذہبی پیش گوئی کو اسلام کے حوالے سے زیادہ بہتر انداز سے دیکھ سکتے ہیں کیونکہ رسول کریمؐ کا لقب رحمت العالمین نے متر بدھ بدھ سے ہم معانی ہے۔ ویسے بھی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی آخری الزماںؐ کے آنے سے قبل تمام بڑی مذہبی کتابوں میں آپ کی آمد کی اطلاع موجود ہے۔

) بھگوان گوتم بدھ (ہندی) مصنفہ جناب بھدنت بودھا نندجی اور پنڈت چندر کا پرشاد جی۔

) موہن جودڑو میں جو آثار پائے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ شیو کو آریوں سے پہلے دراوڑ پوجتے تھے اور آریوں نے آکرانہیں اپنایا۔ دیکھو ڈاکٹر ایشوری پرشاد کی تاریخ ہند صفحہ 14 و 63۔

باب نمبر6

سنگھ کی کونسلیں اور اختلافات

اس امر کے سمجھنے کے لئے کہ اس مذہب کی کیوں کر اشاعت ہوئی' آپس میں کیا کیا اختلافات ہوئے اور اس نے الگ الگ صورتیں کیوں اختیار کیں' سنگھ کی تاریخ اور اس کی کونسلوں کے فیصلوں کا بھی علم ہونا چاہیے۔ اس باب میں اختصار کے ساتھ انہی امور کو بیان کیا گیا ہے۔

پہلی کونسل:

گوتم بدھ کے انتقال کے بعد ہی سب سے پہلا جلسہ 488 ق م میں راج گڑھی میں راجا اجات سترو کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت ایک عالی مرتبہ مواری مہا کشپ نے کی تھی۔ یہ جلسہ برسات میں شروع ہوا اور سات مہینے تک برابر جاری رہا۔ اس میں پانچ سو راہب شریک تھے۔ بقول دکھنی بودھوں کے اسی جلسے میں بدھ کی تعلیمات سوتر "مختصر و جامع نظم" کی صورت میں منتقل کی گئیں' اور ترداد کے نام سے گا کر یاد کی گئیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہی ترداد تیری پٹک کے نام سے بعد میں موسوم کی گئیں۔ چنانچہ تری پٹک لفظ بہ لفظ ترداد ہیں۔ مغربی 1۔ مورخین' اس دعوے کو صحیح نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خود تری پٹک میں ایسے داخلی ثبوت موجود ہیں جس سے یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ اس کے بعض حصے یقینی گوتم بدھ کے انتقال کے بعد تیار کیے گئے۔

اس لئے کہ ان کو ہو، بہو ترواد نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ اس کے لئے یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دیپ ونس میں جو ترواد کے حصے بیان کئے گئے ہیں وہ ان حصوں سے بالکل مختلف ہیں جو تری پٹک میں دیئے گئے ہیں اور دونوں کے موضوعات بھی نہیں ملتے۔ اس لئے معدوم یا مفروضہ ترواد کو تری پٹک مان لینا قرین عقل نہیں معلوم ہوتا۔

بہرحال اتنا سب کو تسلیم ہے کہ پہلی کونسل میں بہت کچھ طے ہوا اور منظم سوتروں میں جو کچھ یاد کرا دیا گیا اس میں کا ایک حصہ ضرور تری پٹک میں موجود ہے۔

دوسری کونسل:

اس کے بعد ایک صدی تک کسی جلسے کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ تقریباً" ایک صدی کے بعد ویسال کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس جلسے کی وجہ یہ تھی کہ کچھ راہبوں نے سنگھ کے قواعد کے خلاف ورزی کرنی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ ایک گروہ نے دوسرے پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ شریعت بدھ کے خلاف بہت سے امور کرتا ہے۔ اس لئے اب یہ سوال اٹھ گیا کہ ان تمام امور کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ آیا ان کے کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

اختلافات کے بنیادی امور وہی تھے جو ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں۔ یعنی دوپہر کا کھانا زوال کے وقت تک کھا سکتے ہیں یا نہیں اس وقت دہی یا چھاچھ کھانا برا ہے یا نہیں۔ چاندی، سونا راہب لے سکتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بڑی بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ یہ تمام امور مثل سابق ممنوع سمجھے جائیں گے۔ مگر جدت پسندوں کو یہ قدامت پسندی اچھی نہ لگی اور اسی وقت سے دو جماعتیں ہوگئیں۔ دونوں کے علیحدہ علیحدہ جلسے ہونے لگے اور ہر جماعت اپنے کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے لگی۔ آپس کا یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ بودھی راہب اٹھارہ گروہوں میں منقسم ہوگئے۔ اور ہر ایک 2۔ صداقت و حق پرستی کا دعوے دار تھا۔

تیسری کونسل:

تیسری کونسل اشوک کے بادشاہ بننے کے اٹھارہویں سال میں پاٹلی پتر (پٹنہ) میں ہوئی

(252 ق م)۔ اس جلسے میں ایک ہزار بزرگ ترین راہب شریک ہوئے اور اس کی صدارت ٹیسا 3۔ ولد موگلی نے کی۔ اس کونسل میں بدھ کی بتائی ہوئی شریعت نے پہلی بار سوتری اور تحریری صورت "تری پٹک" کے نام سے اختیار کی۔ یہ احکام وہدایتیں' قوانین و قواعد نظم کی صورت میں لکھے گئے اور بار بار دہرا کر حفظ کرائے گئے۔ یہ کونسل نو مہینے تک ہوتی رہی اور اسی کے نام اشوک نے وہ پیغام بھیجا جو مختلف پہاڑیوں 4۔ پر کندہ ہے۔ "مگدہ کا بادشاہ پیا داسی (رحم دل) سنگھ کا خیرمقدم کرتے ہوئے اس کی صحت اور عافیت کی دعا کرتا ہے۔ محترم بزرگو! آپ جانتے ہیں کہ میں بدھ کی شریعت اور سنگھ کی کتنی عزت کرتا ہوں اور ان کو کس قدر محترم سمجھتا ہوں۔ محترم بزرگو! مقدس بدھ نے جو کچھ فرمایا وہ بہت ہی مناسب تھا۔ اگر ہم ان کے احکام کو اپنا ماخذ سمجھیں تو سچا قانون (شریعت) بہت دنوں قائم رہے گا۔ محترم بزرگو! میں حسب ذیل کتب شریعت کو' جو مقدس بدھ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں ایسا ہی سمجھتا ہوں:

ونے سموکس (ونے کا جوہر) الیہ وسالی (دنیائے حق پرستان) اناگیت بھیانی (مستقل کا خوف) منی گاتھا (تھلا کے گیت) منہ سوت (عقلا کی سیرت) اپتسہ (ساری پتر کے سوالات) مہار اہل سوت (راہل کو نصائح)

محترم بزرگو! مجھے امید ہے کہ مکرمہ راہبہ اور مکرم راہب ان کتب شریعت کو پڑھتے اور ان پر غور کرتے رہیں گے۔ اور اسی طرح دونوں جنسوں کے معمولی بودھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اسی غرض سے میں نے یہ کندہ کرا دیا ہے اور اپنی خواہش کا اظہار کر دیا ہے۔ 5۔

اشوک کے بھیجے ہوئے مبلغین:

اس کونسل نے اشوک کی ایما سے حسب ذیل مقامات پر مبلغ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی فہرست دیپ ونس اور مہاونس سے مبلغین کے ناموں کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

(1) کشمیر اور گاندھار (قندھار)	مجھنتک بھیجے گئے
(2) ہس (سلطنت نظام کا دکھنی حصہ)	مہادیو بھیجے گئے

(3) ونواس (صحرائے راجپوتانہ)	اکھیت بھیجے گئے
(4) اپر نتک (سرحد)	باختری دھم رکھت بھیجے گئے
(5) مہراسٹھ (صوبہ بمبئی کا شمال مشرقی حصہ)	مہادھم رکھت بھیجے گئے!
(6) یون لوک (باختر)	مہا رکھیت بھیجے گئے
(7) ہمنونت (وسط ہمالیہ)	مجھم بھیجے گئے
(8) سونہ بھومی (ملایا)	سین اور اتر بھیجے گئے
(9) لنکا	مہند وغیرہ بھیجے گئے

اسی سال اشوک نے ایک محکمہ دھرم مہاماتر کے نام سے قائم کیا جس کا فرض تھا کہ وہ مذہب کی حقانیت کو قائم رکھے اور وحشی و جنگلی اقوام کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق کی نگہبانی کرے۔

چوتھی کونسل:

چوتھی کونسل کنشک 6ء (غالباً 125 تا 148) کے زمانے میں ہوئی۔ اس میں پانچ سو راہب شریک ہوئے تھے۔ اس کے تین ثبوت ملتے ہیں کہ اس وقت بودھ مذہب دو فرقوں میں' استھر ویروار اور مہاسا نگھیک میں منقسم تھا اور یہ کونسل انہی کے ختلافات کو مٹانے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ اس جلسے کی صدارت وسو بندھو نے کی۔ س میں مذہبی عقائد دوبارہ سے طے پائے۔ تین تفسیریں تیار ہوئیں جن میں سے مہاد ماشا سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ کتاب بودھوں کی شریعت کا ایک نہایت مستند ذخیرہ بھی جاتی ہے۔ ان تفسیروں میں سے ہر ایک میں بقول ہیوان سوانگ کے ایک لاکھ شعر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان تفسیروں کو کنشک نے تانبے کے ٹکڑوں پر کندہ کرا کے ایک ے بھاری اسٹوپ کے نیچے دفن کرا دیا تھا' جو اس نے سری نگر کے متصل بنوایا تھا' ں اسٹوپ کا اب تک پتا نہیں چلا۔

ن اور مہایان:

کونسل کے تھوڑے دنوں بعد بودھ مذہب میں دو بڑے فرقے ہو گئے جنہیں مہایان

اور ہنیان کہتے ہیں۔ ہنیان تو اس قدیم بودھ مذہب کے ماننے والے ہیں جو لنکا اور برما میں پائے جاتے ہیں اور جو روح کے قائل نہیں اور خدا کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ بدھ نے کچھ نہیں کہا اور ہمیں اس کے وجود اور عدم وجود سے کوئی سروکار نہیں۔ ماہیان بدھ ستو پر یقین رکھتے ہیں۔ بدھ کو مافوق الانسان شخصیت سمجھتے ہیں۔ دیوی' دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ بدھ اور دیوتاؤں کی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں جنتر منتر پر یقین رکھتے ہیں۔ رواسم پر عامل ہیں' اور خدا بلکہ مختلف خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ 7

مہایان فرقے کا بانی ناگارجن تھا۔ اس نے بودھ مذہب میں بھگتی اور عام محبت کو داخل کرکے اور اس میں خدا اور دیوتاؤں کو شامل کرکے اسے بہت زیادہ ہردلعزیز بنا دیا۔ ونسنٹ اسمتھ کی رائے ہے کہ "مہایان فرقہ' ہندو' بودھ' ایرانی' رومن اور یونانی مذاہب کی ایک کھچڑی ہے جس نے گوتم کو ایک زندہ جاوید شفیع کی صورت میں پیش کرکے سوکھے ہوئے بے جان اخلاقی اصول کے مجموعے میں جان ڈال دی۔"

زوال کے اسباب:

اس افتراق و اختلاف نے جس طرح اس مذہب کو شمال میں مقبول بنایا' اسی طرح اس کے اثرات ہندوستان میں کم ہوئے۔ ہمیں اس کا اندازہ چینی سیاحوں فاہین (400ء سنگ میں (518ء) اور ہوان سانگ (639ء تا 648ء) کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مذہب صرف انہیں مقامات پر باقی رہ گیا تھا جہاں کے راجا اس کی حمایت کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ اشوک اور کنشک کے بعد یہ محض پنجاب' کشمیر اور بہار میں کچھ دن ٹک سکا۔ دکھنی ہندوستان پر اس کا کوئی دیرپا اثر نہ ہوا۔ اس کی خاص و برہمنوں اور راجپوت راجاؤں کی سخت مخالفت تھی۔ بعض مورخوں کا تو یہاں تک خیا ہے کہ برہمنوں کے ابھارنے سے عوام اس مذہب کے عملاً" مخالف ہوگئے تھے او کمارل بھٹ اور شنکر اچاریہ کی تقاریر کے بعد تو بودھ کثرت سے مارے گئے۔

چنانچہ سار ناتھ میں اس کی علامات پائی جاتیں ہیں کہ وہاں کے استوپ اور بود مندر بار بار گرائے اور برباد کئے گئے۔ اس طرح دسویں اور گیارہویں صدیوں -

سوائے بنگال اور بہار کے جہاں کے پال بادشاہ اس مذہب کے پیرو تھے یہ مذہب ہندوستان میں باقی نہ رہا۔ جب پال سلطنت کا مسلم فتوحات نے خاتمہ کر دیا تو یہ مذہب بھی اپنے مقام پیدائش سے غائب ہوگیا۔

خود اس مذہب کے راہبوں اور درویشوں میں اتنی عیش پسندی حرص اور تن آسانی آ گئی تھی کہ عوام میں اس سے بیزاری اور نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ بدھ کی وہ ساری تعلیمات جو اخلاق کو بلند کرنے میں اپنا مثل نہ رکھتی تھیں' توہم پرستی' پابندی مراسم اور راہبوں کے تعیش کی وجہ سے سراسر برباد ہوگئیں اور بودھ مذہب جو درستی اخلاق کے لئے جاری کیا گیا تھا' بداخلاقیوں کا مجموعہ بن گیا۔

اس ضمن میں اتنا اور کہنا ضروری ہے کہ اشوک اور کنشک سے بادشاہوں کی سرپرستی کی خواہ کتنی ہی تعریف کی جائے مگر یہ ماننا پڑے گا کہ انہیں شہنشاہوں کی بودھ نوازی نے بھیک مانگنے والے بھکشوؤں کو دلائی لاما کے محلوں کا خواب دکھایا اور ان میں وہی اخلاقی کمزوریاں پیدا کر دیں کہ وہ برہمنوں اور مسلمانوں کے معمولی حملوں سے پاش پاش ہو کر اپنی جنم بھومی سے غائب ہوگئے۔

حوالہ جات

رائس ڈیوڈس

1 مہاونس

Tissa

گیا کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ پروفیسر مکر جی اس مقام کو بھیرو اور رائس ڈیوڈس ببر کہتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے اسے بارا بار ہی کہا ہے۔

اشوک کے اس کتبے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس نام کی کتابیں اس وقت موجود تھیں اور یہی قابل وثوق سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن تری پٹک میں جو کتابیں شامل ہیں ان میں یہ نام نہیں ملتے۔ ممکن ہے کہ اسی کونسل نے ان کتابوں کے

نام بدل دیئے ہوں۔ پھر بھی دکنی بودھوں کا یہ دعویٰ صحیح نہیں مانا جاسکتا کہ تری پٹک میں تمام باتیں وہی ہیں جو اشوک سے پہلے سے چلی آتی تھیں۔ اس لئے کہ تری پٹک میں اشوک کی دی ہوئی فہرست سے کہیں زیادہ کتابیں شامل ہیں۔ ڈیوڈس کا یہ خیال ہے کہ تری پٹک میں "پالی موکھ" وہی ہے جسے اشوک نے ونے سموکس کہا ہے اور تره گاتھا وہی ہے جسے سنی گاتھا کہا ہے۔ اسی طرح اناگنابیانی کے موضوع کا کچھ سراغ بتوتو میں ملتا ہے۔ باقی کتابوں کا کوئی پتا نہیں۔

6) کنشک کے سن تاجپوشی کے بارے میں مورخین میں بڑا اختلاف ہے اور کوئی سن موثق نہیں کہا جاسکتا۔ یہ سن سرنیواس اچاریہ اور رام سوامی آنگر کی تاریخ سے دیا گیا ہے۔

7) دیکھو سرچارلس ایسٹ کی کتاب

8) کمارل بھٹ ساتویں صدی میں ہوئے۔ انہوں نے ویدوں کی عظمت ثابت کی اور ان کے بتائے ہوئے رواسم کو جاری کرنے کے سلسلے میں بودھ مذہب کی بڑی مخالفت کی۔

9) شنکر اچاریہ کرالا کے مقام پر 788ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وید کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اپنشد' بھگوت گیتا اور دوانت سوتر کی تفسیریں لکھیں اور وہ جگت گرو کے لقب سے پکارے گئے۔ انہوں نے میسور' دوارکا' پوری اور بدری کدار میں مٹھیں قائم کیں اور ہندوستان بھر میں دورے کرکے بودھ مذہب کے عالموں سے مناظرے کئے اور انہیں شکست دی اور ہزاروں بودھوں کو ہندو بنایا۔

10) رائس ڈیوڈس

باب نمبر 7

بودھ مذہب مختلف ممالک میں

بودھ مذہب کو گو کہ اپنے وطن سے دیس نکالا مل گیا اور ہندوستان میں سوائے سارناتھ اور گیا کے اس کے ماننے والے کثرت سے نہیں پائے جاتے' لیکن دنیا بھر میں اس کے پیروؤں کی تعداد بے شمار ہے۔ نیپال' تبت' چین' کوریا' منگولیا' جاپان' برما' سیام' ملایا' جاوا' سماٹر اور سری لنک میں اس مذہب کے تابعین کی کثرت ہے۔ ایسی صورت میں اس کا جاننا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ مذہب ان مقامات پر کیسے اور کن حالات میں پہنچا اور اس کی موجودہ صورت اور اثر کیا ہے؟ ہم ان ممالک کا اجمالی حال تو کسی پچھلے باب میں تغیرات کے سلسلے میں بیان کرچکے ہیں اب اس اجمال کی تفصیل بھی حاضر ہے۔

1- لنکا:

ٹیسا بادشاہ (250 تا 230 ق' م) کے زمانے میں ہندوستان کے شہنشاہ اشوک نے اپنے بیٹے مہیندر کو تبلیغ مذہب بودھ کے لئے بھیجا۔ مہیندر اس وقت تک ایک درویش کی زندگی بارہ برس تک بسر کرچکا تھا۔ کونسل کے دوسرے سال مہیندر لنکا کے لئے روانہ ہوا اور اپنے ساتھ راہبوں کا ایک گروہ لے گیا۔ ان لوگوں کو تری پٹک اور ان کی وہ تفسیریں حفظ تھیں جو کونسل میں طے پائی تھیں۔ ان تفسیروں کو اس نے پالی سے سنگالی زبان میں ترجمہ کردیا۔

ٹیسا نے مہندر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ خود بودھ مذہب قبول کیا اور اس کی اشاعت کا حکم دیا۔ اس نے مہندر کے کہنے پر اندودھ پور میں تھوپا رام داگپ بھی بنایا جو آج تک موجود ہے اور جس کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس کے نیچے گوتم کے گردن کی ہڈی دفن ہے۔ اس کے قریب ایک مٹھ بھی ہندوستانی راہبوں کے رہنے کے لئے بادشاہ نے بنوایا۔ اور اس سے آٹھ میل کے فاصلے مہنتل وہار بنوایا جو آج تک موجود ہے۔ تھوپا رام داگپ بنانے کے بعد بادشاہ کی کچھ خواتین رشتہ داروں نے راہبہ بننے کا خیال ظاہر کیا۔ اس پر مہندر نے اپنی بہن سنگھ سترا کو بلوا بھیجا جو اس کے ساتھ سنگھ میں داخل ہوگئی تھی۔ وہ مع کئی راہباہوں کے لنکا آئی اور اپنے ساتھ بودھ درخت کی ایک شاخ بھی لیتی آئی۔ یہ شاخ اندودھ پور میں روانولی داگپ کے پاس لگا دی گئی اور اس کے تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ موجودہ بودھی درخت جو لنکا میں ہے اسی شاخ سے لگا ہے۔ آج یہ دنیا کا سب سے پرانا درخت ہے اور اسے بڑے اہتمام سے رکھا ہوا ہے ۔ اس کے تنے اور جڑوں میں پانی پہنچانا بودھوں کے لئے سب سے بڑی سعادت ہے۔

ٹیسا نے بیس برس حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا اور مہندر بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مرگیا۔ ان دونوں کی موت کے کچھ عرصے بعد لنکا کو تامل قوم نے فتح کرلیا۔ لیکن 164 ق م میں وہ لوگ نکال دیئے گئے اور فاتح دشت گامنی نے بھی اپنے دادا ٹیسا کی طرح بودھ مذہب قبول کیا اور اس کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں جن میں سے مہاتھوپ اور پیتل والا بڑا مٹھ بہت مشہور ہیں۔ اس مٹھ میں سوا سو کھمبے ہیں۔

اس کی موت کے بعد دراوڑ قوم نے پھر حملہ کیا لیکن ان کو وتاگامنی نے 88 ق م میں ملک سے نکال دیا۔ اس بادشاہ نے لنکا میں سب سے اونچا داگپ ابھیاگری تیار کرایا اور اسی کے زمانے میں تینوں پٹک پہلی بار حافظے سے صفحہ قرطاس پر منتقل کی گئیں۔ اور محققین کی رائے میں اصلی بودھ تعلیمات انہی میں بہت حد تک پائی جاتی ہیں اور جتنی کتابیں اس مذہب کی شمالی ہند، نیپال، تبت اور چین وغیرہ میں پائی جاتی ہیں وہ سب ان کے بعد لکھی گئیں اور وہ اتنی مستند بھی نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ جو بودھ مذہب کے متعلق اہم کام لنکا نے کیا وہ پانچویں صدی میں ہوا۔ 430ء کے قریب بدھ گیا کا ایک مشہور راہب بدھ گھوش لنکا آیا۔ یہ شخص بہت بڑا فلسفی اور عالم تھا۔ اس نے بودھ مذہب کا ایک انسائیکلو پیڈیا وسدھی ماگ کے نام سے تیار کیا اور پٹک کی تمام تفسیرات کو سنگالی زبان سے پالی میں منتقل کیا۔ یہ تفسریریں اس قدر مقبول ہوئیں کہ بقول ڈیوڈس کے اب کوئی تفسیر سنگالی زبان میں لنکا میں پائی ہی نہیں جاتی۔ ان تفسیرات کی جو اس وقت پالی زبان میں لنکا میں موجود ہیں مقدمے میں فہرست دے دی گئی ہے۔

برما:

یہاں بودھ مذہب کی ابتدا کے بارے میں مختلف بیانات ہیں۔ برما والے تو یہ کہتے ہیں کہ گوتم خود یہاں تشریف لائے تھے۔ لیکن یہ ان کی خوش عقیدگی ہے۔ تاریخی حیثیت سے سب سے پہلے یہاں بودھ مذہب اشوک کے مبلغین کے ذریعے پہنچا۔ لیکن اصل میں اسے ترقی پانچویں صدی میں ہوئی۔ جب بدھ گھوش لنکا سے 450ء میں یہاں آیا۔ اس وقت سے بودھ مذہب نے وہاں اس طرح رواج پکڑا کہ آج برما میں بودھ ہونا وہاں کے رواسم میں داخل ہوگیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر گاؤں میں پگوڑا (بودھ مندر) ہے اور 75 ہزار سے زائد مذہبی فقرا ہیں۔ بدھ کے بتوں کو پوجنا' مذہبی پیشواؤں کی عزت اور مختلف قسم کی ارواح خبیثہ پر یقین کرنا ان کے ہاں جزو مذہب ہے۔ ایک معمولی دیہاتی کسی درخت کا پھل اس وقت تک نہ کھائے گا اور کوئی کھیت اس وقت تک نہ بوئے گا جب تک اس نٹ کو قربانی نہ چڑھائے گا جو کہ اس درخت پر یا اس جگہ پر اس کے خیال میں قابض ہے۔ بودھ مذہب توڑ مروڑ کر اب وہاں یوں رائج ہے کہ گوتم نے یہ سکھایا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال نیک کی وجہ سے ایک دیو یا چھوٹا سا دیوتا ہوسکتا ہے اور اعمال بد کے سبب ایک "یک" یا پریت ہوسکتا ہے اور یہ دیوتا یا پریت بہت کچھ اپنے سے بڑی ارواح کے ماتحت ہیں جو نٹ کہلاتے ہیں۔ ان نٹوں کی تعداد 38 ہے۔ ان میں سے جو سب سے بڑا ہے اس کا نام بھگ من ہے۔ چنانچہ ان نٹوں کو خوش کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں جو گوتم

کی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔ وہ اپنے تہواروں کے موقعوں پر خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ ناچتے گاتے ہیں اور نذر کرتے ہیں۔ وہ پھول ہار اور دوسری نذریں لے کر بودھ مندر جائیں گے وہاں گھٹنے ٹیک کر بدھ کا بتایا ہوا فقرہ دہرائیں گے۔ "انیک' دکھ' اناتھ" (سب فانی ہے) سب آلام سے مملو ہیں اور سب غیر حقیقی ہیں اور نذر چڑھانے کے بعد پوری رات ناچ رنگ میں اور تھیٹر دیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ یہ تھیٹر انہی مندروں کے پلیٹ فارم پر صحن میں کیے جاتے ہیں اور کوئی رئیس ان کا خرچہ برداشت کرتا ہے۔

تہواروں کے علاوہ ایک خاص موقع خوشیاں منانے کا کسی مذہبی راہب کی موت ہوتی ہے۔ چندے کی فہرست کھول دی جاتی ہے اور ایک بڑی رقم جمع کرکے چتا کے چاروں طرف خاصی اچھی عمارت تیار کی جاتی ہے۔ بہت سے نشانات نسب کئے جاتے ہیں اور رنگ برنگ کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ کھیل تماشے اور ناچ ہوتے ہیں۔ اس درمیان میں لاش کو شہد اور ورق طلا سے لپیٹ کر رکھے رہتے ہیں۔ جب جلائے جانے کا دن آتا ہے تو وہ ایک ایسے ٹیلے پر رکھی جاتی ہے جس میں ایک رسا باندھ دیا جاتا ہے۔ دو پارٹیاں ہو جاتی ہیں۔ رسہ کشی ہوتی ہے اور جو اس میں جیت جاتا ہے وہی تمام اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گو یہ لوگ خود کو بودھ کہتے ہیں مگر ان میں اکثر خدا اور روح پر یقین رکھتے ہیں اور بجائے نروان کے ایک جنت کے قائل ہیں' جہاں صالح اور نیک لوگ جا کر دیوتاؤں کے ساتھ خوشی اور مسرت کی زندگی بسر کریں گے۔ عیسائی مشن زوروں سے تبلیغ کا کام کر رہا ہے اور ابھی تک تقریباً" سوا کروڑ آبادی میں سے بمشکل ایک چوتھائی کے قریب نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے مگر اس کی کافی امید پائی جاتی ہے کہ مستقبل قریب میں آخرالذکر مذہب کا فروغ ہو جائے۔ (یاد رہے کہ یہ تحریر 1942 میں لکھی گئی تھی)

تبت:

اس ملک میں بودھ مذہب کچھ تو اشوک کے مبلغین نے پھیلایا' کچھ کنشک کے زمانے

میں پھیلا لیکن درحقیقت اس مذہب کا باقاعدہ فروغ یہاں ساتویں صدی عیسوی میں ہوا جب وہاں کے بادشاہ نے دو شادیاں کیں۔ ایک چینی اور ایک نیپالی شہزادی سے اور یہ دونوں بودھ مذہب کی ماننے والیاں نکلیں۔ ان رانیوں کے اثر کی وجہ سے اس مذہب کی اشاعت تبت میں اس قدر ہوئی کہ ان کے ایک سو برس بعد تبت کے راجا نے باقاعدہ آدمی بھیج کر ہندوستان سے بھکشو بلائے اور بودھ مذہب اس ملک میں پہنچ کر وہاں کے اس وقت کے موجودہ مذہب پر یقین اور ان کو رام کرنے کے لئے انسانی قربانیاں بڑے زوروں پر تھیں۔ وہاں کے باشندوں کے خیال میں اس پہاڑی مقام میں قدم قدم پر ارواح خبیثہ کا اڈا تھا اور کوئی کام بغیر ان کے خوش کئے ہوئے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ مذہبی پیشواؤں نے اس خوف اور کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور بودھ مذہب کو ایک مخصوص جامہ پہنا دیا۔ ان لوگوں کے اعتقادات اب یہ ہیں:

گوتم کے علاوہ اور بھی بہت سے بدھ ہیں لیکن ان میں سے مخصوص پانچ ہیں۔ گوتم ان کے تین پیش رو اور آنے والے متربدھ (رحمتی بدھ) ان میں سے ہر ایک بدھ کے تین جلوے ہوتے ہیں۔ دو آسمانی اور ایک ارضی۔ آسمانی بدھ تو دھیانی بدھ اور بدھستو کہلاتے ہیں اور ارضی خالی بدھ۔ اس طرح موجودہ کلپ کے لئے پندرہ بدھوں کی فہرست ہوئی جو اصل میں پانچ ہی ہیں۔

دھیانی (فکری) بدھ	بدھ ستور (فکری بدھوں کا دوسرا جلوہ)	منشی (انسانی) بدھ
دروچن	سمانت بھدر	کرکوچند
اکشوبھیہ	وجرپانی	کنگ منی
رتن سمبھو	رتن پانی	کیسپ
ریتابھ	پدم پانی یا اولو کتیشور	گوتم
اموگ سدھ	وسوپانی	متربدھ

یہی اولو کتیسو جو گوتم کی شکل میں آیا تھا، دلائی لاما، یا تبت کے صدر مذہب کی شکل اختیار کرتا ہے۔ دلائی لاما کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ اس کا درجہ ادی بدھ یا خدا کے بعد ہے۔

ان کے علاوہ وہ تبتی بودھ ایک ابدی و ازلی وجود کا ایک نور مجسم کا، ایک قادر

مطلق کا، ایک عقل کل کا، ایک بخت کامل کا، بھی یقین رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ خدا سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے یہاں دیویاں بھی ہیں جنہیں نار کہتے ہیں۔ ایک نار تو اولو کیتسور کی بیوی ہے اور انہی نے ان دونوں رانیوں کی صورت اختیار کی تھی جو سب سے پہلے بودھ بادشاہ تبت سے بیاہی گئی تھیں۔

ایک دوسری نار نہایت ہی خوف ناک صورت رکھتی ہے۔ اس کے تین چہرے اور آٹھ ہاتھ ہیں۔ ان میں سے ایک چہرہ بالکل سور کا ہے۔ منگولیا والوں کا یقین ہے کہ زاد روس کی شکل میں انہی میں سے ایک نار نے جنم لیا ہے۔

ان کے علاوہ کچھ پریت بھی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی صورت حد درجے خوف ناک ہے اور اسی لئے ان کے ماتحت شیاطین سے ڈرتے ہیں۔ ان پریتوں کے بھی انہیں کی صورت شکل کی مناسبت سے بیویاں ہیں اور یہ سب کی سب حد درجے خوف ناک اور ظالم ہیں۔

پھر دنیا کے چاروں حصوں میں چار عفریت بادشاہ ہیں اور ان کا بھی منانا ضروری ہے۔ کوئی کام بغیر اس عفریت کو نذر دیئے ہوئے جس کے حصہ دنیا میں وہ کام ہو رہا ہے، انجام نہیں پا سکتا۔

پھر جہنم کا ملک، یم، بھی ہے جس کی زیر نگرانی آٹھ آتشیں اور آٹھ زمہریری جہنم ہے۔ یم کی بیوی کا نام لہامو ہے اور ان دونوں کو خوش رکھنا حد درجے ضروری ہے۔ ان کے ماتحت ہزاروں چھوٹے بڑے مختلف جنسوں کے بھوت پریت ہیں اور ہر ایک کے خفا کرنے پر مصیبتیں بڑھتی رہتی ہیں۔

سب کے آخر میں سینکڑوں بودھی پیر ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی مورتیاں رکھنا اور ان کا پوجنا کار ثواب ہے۔ مذہبی لوگ مختلف اقسام کے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ تو لاما کا ہے۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک زرد ٹوپیاں دیئے ہوئے اور ایک سرخ ٹوپیاں دیئے ہوئے۔ زرد ٹوپی والے شادی نہیں کرسکتے۔ سرخ ٹوپی والے بیاہ کرسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ راہبوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے۔

یہ اپنے جسم کو بڑی سختیاں اور مصیبتیں برداشت کرنے کا عادی کرتے ہیں۔ تنہا برف کے ڈھکے ہوئے دروں اور کھوہ میں پڑے رہتے ہیں۔ کھانے پینے، لباس ہر چیز کی

طرف سے بے پروا ہوتے ہیں۔

دلائی لاما

دلائی لاما کے مرنے کے نو مہینے بعد جتنے بچے پیدا ہوئے ہیں انہی میں سے نیا دلائی لاما چنا جاتا ہے۔ طریقہ انتخاب بھی دلچسپ ہے۔ سب بچے لا کر ایک جگہ جمع کیے جاتے ہیں۔ مردہ دلائی لاما کی مختلف چیزیں اکٹھا کی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی دوسری چیزیں شامل کر دی جاتی ہیں۔ جو بچہ دلائی لاما کی چیزیں پسند کرے اور دوسری چیزوں کو نہ اٹھائے وہی دلائی لاما مان لیا جاتا ہے۔ خیال یہ ہے کہ چونکہ ہر شخص کو اپنی چیزوں سے محبت ہوتی ہے اس لیے ان بچوں میں سے وہ کہ جس کی صورت میں دلائی لاما نے جنم لیا ہو گا وہ اپنی چیزوں کو پہچان لے گا۔

دلائی لاما کے بعد لامہ اعظم تش لمپو ہوتا ہے اور اس کے نیچے کئی لامہ اعظم اور ایک راہبہ اعظم ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے نیچے بہت سے لاما اور راہبات ہیں۔ اس طرح تبت میں لاماؤں کی بڑی کثرت ہے اور اس سنگلاخ ملک میں تین ہزار سے زیادہ صومعے ہیں۔

ان لاماؤں اور مذہبی لوگوں کا عوام پر بہت رسوخ اور اثر ہے۔ وہ ان مذہبی لوگوں کا ہر کام بڑے خلوص سے بالکل غلاموں کی طرح انجام دیتے ہیں۔ اس اثر کے وجوہ یہ ہیں کہ ایک تو بودھی تعلیمات نے مان بن بیا ہے پیشواؤں کی نفس کشی کا سکہ ان کے دلوں پر بٹھا دیا ہے۔ دوسرے انہیں اس کا یقین ہے کہ لاما ان کے اور ارواح خبیثہ کے درمیان ایک دیوار کا کام دیتے ہیں۔ اگر یہ ان کی حفاظت نہ کریں تو پریت انہیں زندہ نہ رہنے دیں۔

چین

کہا جاتا ہے کہ بودھ مذہب دوسری صدی ق م میں چین پہنچ گیا تھا۔ مگر تاریخی حیثیت سے پہلی صدی عیسوی سے پہلے کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس صدی میں شہنشاہ چین

مینگسائی نے ایک خواب دیکھا جس کے بموجب اس نے اپنی سلطنت میں ہندوستان سے اس مذہب کے مبلغ بلوائے۔ لیکن باوجود اس شہنشاہ کی کوشش بلیغ کے بودھ مذہب تین سو برس تک کوئی خاص اثر قائم نہ کر سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خود چین میں پہلے سے دو فلسفیانہ مذاہب موجود تھے کہ جنکی موجودگی میں کسی اجنبی مذہب کا جلد اثر پکڑ لینا آسان کام نہ تھا۔

پہلا مذہب تاوی ہے اور دوسرا کنفوشی۔ تاوی مذہب سحر و جادو کی وجہ سے اور کنفوشی اخلاقیات کی تعلیم کی وجہ سے بودھ کی نسبت عوام میں کم کشش نہ رکھتے تھے۔ پھر بھی بودھ مذہب آہستہ آہستہ پھیل گیا۔ لیکن اب بھی اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی چینی خالص بودھ مذہب کا پیرو نہیں کہا جا سکتا چینی جس طرح ہر مذہب میں سے اپنی پسند کے نکات چن لیتا ہے۔ اسی طرح اس نے بودھ مذہب کو بھی اپنا کر نہ جانے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

تیسری صدی عیسوی میں اس مذہب کی کچھ اشاعت ہوئی اور چوتھی صدی میں جب شی ہو شہنشاہ ہوا تو چینی بھی بودھ ہونے لگے اس کے بعد چین میں بودھ کے متعلق اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ فاہیان (پانچویں صدی) ہوں سانگ (چھٹی صدی) اور آئی تسنگ (ساتویں صدی) جب ہندوستان آئے تو یہاں سے بودھ مذہب کی کتابیں لے کر گئے۔ یہ جتنی کتابیں ہیں وہ سب فاہیان نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ اس لئے چین کے بودھ گویا شمالی ہند کے بودھوں کے مقلد ہیں۔

چین اور تبت کے بودھوں میں فرق:

لیکن مقامی حالات اور نقطہ نظر سے ان میں اور تبت کے بودھوں میں خاصا فرق ہے' موٹی موٹی باتیں یوں بیان کی جاسکتی ہیں کہ:

1- چین میں تبت سے کم دیوی دیوتا ہیں گو کہ تبت والوں کی طرح ان کے یہاں بھی بدھ' بدھ ستو پیر اور عفریتی دیوتا ہیں۔

2- چین میں آنے والا بدھ یعنی رحمتی بدھ' ایک معمولی دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی شکل ہمیشہ ایک ہنس مکھ موٹے آدمی کی ہوتی ہے۔

3- مذہبی لوگ خاص طور سے بھکشو اور لاما کو بہت ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کی کوئی عزت نہیں کرتے۔ ان کا اخلاق بھی کچھ اچھا نہیں' حالانکہ اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے وہ طرح طرح سے اپنے جسموں کو تکلیف دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے منڈے ہوئے سر پر دہکتا ہوا کوئلہ رکھ کر دعا مانگتے ہیں' انگلیاں اور ہاتھ جلا جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ ان سے نفرت کی خاص وجہ یہ ہے کہ چینی عام طور سے خاندانی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے مخالف ہیں۔

4- دیویوں میں خاص طور سے چینی رحم کی دیوی کونین کو بہت محبوب رکھتے ہیں اور اس کی تصویر اور مورتیوں کی بڑے اہتمام و احترام سے پوجا کرتے ہیں۔

جاپان:

اس ملک میں بودھ مذہب کوریا سے 552ء میں آیا۔ خود کوریا میں یہ مذہب چوتھی صدی عیسوی میں آیا تھا۔ اس وقت جاپان میں دو مذاہب رائج تھے۔ ایک شنٹو مذہب اور دوسرا کنفوشی۔ کنفوشی تو وہی چین والا اخلاق و فلسفے کا ترجمان مذہب ہے لیکن شنٹو مذہب خاندان اور بزرگوں کی ارواح اور مناظرِ فطرت و قدرت کی پرستش پر مبنی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ اس کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ میکادو یعنی شاہ جاپان کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ وہ سورج کی دیوی کا بیٹا ہے اور اس میں شان الوہیت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شنٹو ہمیشہ سے حکومت جاپان کا مذہب رہا ہے۔

چنانچہ جب بودھ مذہب جاپان پہنچا تو اسے ان دونوں مذہبوں سے سمجھوتا کرنا پڑا' یہاں تک کہ بودھ مذہب کے سب سے بڑے جاپانی سرپرست شہنشاہ شوٹو کوئیشی کا یہ قول بہت مقبول خاص و عام ہوا کہ "شنٹو' کنفوشی اور بودھ مذہب تینوں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں"۔ چنانچہ اس بادشاہ کے زیر اثر شاہان جاپان اس مذہب کے سرپرست بنے اور بالآخر آٹھویں صدی عیسوی تک شنٹو کے دیوتا بدھ ستو مان لیے گئے اور شاہ جاپان دلائی لاما کی طرح ان کا اوتار تسلیم کرلیا گیا۔

یہ صورت بارہویں صدی تک رہی لیکن جب عیسائیت کا کچھ اثر بڑھنے لگا تو بودھ مذہب نے ایک اور چولا بدلا اور اس میں ہونن (1212 - 1123) کی تبلیغ سے جوڈو

نامی۔ ایک نیا فرقہ بنایا۔ اس فرقے نے روح کے وجود کو تسلیم کیا اور نجات کے لئے "امیدا" پر اعتقاد رکھنے کو کہا۔ ان کے نزدیک لاکھوں برس پہلے "امیدا" نے انسانی صورت میں جنم لیا اور دنیا کے لئے نجات کا راستہ دکھایا۔ یہ لوگ "امیدا" کو ازلی و ابدی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہی ہے جس میں ہم رہتے ہیں' حرکت کرتے ہیں اور وجود میں آتے ہیں۔" کچھ دن بعد جوڈو میں بھی ذرا سا تغیر ہوا اور اس کا نام جوڈوشن پڑا۔

دوسرا بودھ فرقہ زن ( ) کے نام سے موسوم ہے۔ یہ جاپانیوں میں بہت زیادہ محبوب ہے۔ یہ جسم کو سختیاں برداشت کرنے کے قابل بنانے کا قائل ہے اور غور و فکر اور دھیان گیان پر زور دیتا ہے۔ اس فرقے نے جاپان کے بڑے بڑے مفکرین اور عملی لوگ پیدا کئے ہیں۔

تیسرا فرقہ نیچرن ہے۔ یہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر امر کے فیصلے کے لئے انہیں سوتروں کو پڑھنا چاہیے۔ جو گوتم چھوڑ گئے تھے اور مفسرین اور دیگر علماء کی رائے پر کوئی وثوق نہ کرنا چاہیے۔ اس فرقے کی وجہ سے معاشرتی رسوم میں سے بہت سی مذموم باتیں نکل گئیں اور لوگ بودھ مذہب کی کتابیں پڑھنے کی طرف راغب ہوئے۔

بہرحال جاپان میں بودھ مذہب کا ارتقا یہ صاف طور سے ظاہر کر رہا ہے کہ بدھ مت جب بھی کسی غیر ملکی مذہب میں گیا تو اس میں اس ملک کی بہت سی باتیں شامل ہو جاتی ہیں اور بہت سی ایسی باتیں جو اہل ملک کے طبع کے خلاف ہوں ترک کر دی جاتی ہیں۔

جاپان میں دوسرے ملکوں کی طرح بودھ مذہب پہنچنے کے بعد روح کا قائل ہوا اور دیوتاؤں اور ایک ازلی و ابدی ذات کو ماننے لگا اور کرم کے جھگڑوں کو بھول بیٹھا جاپان کا ظاہری بودھ مذہب چین کے مذہب سے بہت ملتا جلتا ہے۔ البتہ یہاں دیوتا آسمانی خدا کی صفات سے متصف کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خالق بھی ہیں' ازلی بھی ابدی بھی اور قادر مطلق بھی۔ ان کے نام دینی جی اور امیدا ہیں۔ بدھ ستو میں کونوں (یا کونین) بہت محبوب ہے وہ امیدا کے ساتھ بہشت کی مالکہ ہے اور بغیر ان دونوں

اجازت کے کوئی وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دیوی دیوتا ہیں اور ان سب پر یقین کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جاپانی بودھ مذہب بہت سے دیوی دیوتاؤں کو تسلیم کرتا ہے اور پوجتا ہے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے بودھ راہبوں کا عوام پر کوئی خاص اثر نہیں ہے اور ان کو جنتر منتر جاننے والوں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی۔

نیپال:

نیپال میں جو مذہب رائج ہے اس پر تبتی بدھ مت کا بہت گہرا اثر ہے۔ وہ بھی مقامی دیوی دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ نیپالی خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور گوتم کو انسان سمجھتے ہیں۔ مسٹر ہوگن نے جو وہاں کے بودھوں کا حال لکھا ہے اس میں اپنے ایک بودھ دوست کا وہ جواب بیان کیا ہے جو ان کے اس سوال پر ملا تھا "بدھ کون ہیں؟ وہ خدا ہیں، خالق ہیں، نبی ہیں یا پیر ہیں۔ وہ آسمان سے پیدا ہوئے یا عورت کے پیٹ سے؟ جواب یہ ملا تھا" سنسکرت میں بودھ کے معنی عقل مند کے ہیں، یا وہ جس کا پتا عقل ہی سے چل سکتا ہے اور یہ خدا کے ناموں میں سے ایک ہے جسے ہم اس لئے اوھی بدھ بھی کہتے ہیں کہ وہ مخلوق نہیں بلکہ خالق ہے۔ ساکیہ بدھ (گوتم بدھ)، دنیاوی ہے اور انسان۔ حقیقی بدھ کی پرستش کے ذریعے وہ اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا اور اس نے نروان حاصل کیا۔ ہم اس لئے اسے بدھ کہتے ہیں۔"

کوچین، آوا، فارموسا وغیرہ:

کوچین، آوا، فارموسا، جاوا اور ساترا وغیرہ میں بودھ مذہب چوتھی پانچویں اور بعد کی صدیوں میں چین کی وساطت سے پھیلا، منگولیا اور سائبیریا میں بھی یہیں سے گیا اور ان جگہوں میں اس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اب بھی پائی جاتی ہے( )۔ اس سے قبل یہ مذہب کابل یا سقند، بلخ بخارا میں پھیل چکا تھا۔ ان مقامات کے بارے میں بہت سے حالات فاہین، ہوان سانگ اور سنگ ین کے بیانات میں ملتے ہیں۔ سنگ ین نے

بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں ختن کا بادشاہ گو کہ بودھ مذہب کا ماننے والا نہ تھا پھر بھی اس کے ملک میں کافی تعداد اس مذہب کے پیرؤں کی تھی اور ہندوستان سے برابر مبلغین آتے جاتے رہتے تھے۔ بلخ بودھ تھا لیکن کافرستان میں ایک تاتاری اس مذہب کا سخت دشمن تھا اور اس کے پیرووں کو جہاں بھی پاتا تھا مار ڈالتا تھا۔

ہوان سانگ نے لکھا ہے افغانستان میں کپا نامی ایک بودھی بادشاہ حکومت کرتا تھا مگر صومعے زیادہ تر ویران تھے۔ قندھار میں بھی مٹھ خالی تھے۔ پشاور میں کنشک کا بنوایا ہوا مٹھ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ لیکن عام طور سے لوگ ماہیان فرقے کو مانتے تھے۔ کشمیر میں البتہ بودھ مذہب کا زور تھا۔ وہاں پانچ سو صومعے اور پانچ ہزار راہب تھے۔ سندھ میں لوگ ہنیان مذہب کو مانتے تھے۔ موجودہ زمانے میں سوائے کشمیر کے چند مشرقی حصوں کے اس مذہب کے ماننے والے ان مقامات پر بالکل نہیں ہیں' ان کی جگہ اسلام نے لے لی ہے۔ مگر ان مسلمانوں میں اسلاف کے اثرات کے ماتحت بہت کچھ توہم پرستی پائی جاتی ہے۔"

حوالہ جات

1) سونڈرس' اسٹوری آف بدھا زم۔

2) Jodo 3) Amida 4) Jodoshim

5) Zan 6) Nichlren

7) مردم شماری کے تازہ ترین اندازے کے مطابق اس وقت تقریباً ساڑھے تین کروڑ ہنیان بودھ لنکا' برما' سیام' انام وغیرہ میں ہیں۔ اور جاوا' سماترا' بھوٹان' سکم' تبت' چین' منگولیا' جاپان اور نیپال وغیرہ میں تقریباً پچاس کروڑ ماہنیان مذہب کے پیرو ہوں گے۔ اس طرح غالباً پوری دنیا میں اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً 54 کروڑ ہے۔ (یاد رہے یہ کتاب 1942 میں چھپی تھی)

ضمیمہ نمبر1

ضمیمہ جات

چرخ حیات

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس طرح صلیب عیسائیوں کا' سواستکا آریوں کا' اور ہلال مسلمانوں کا نشان ہے' اسی طرح چرخ حیات بودھوں کا نشان ہے۔ یہ بھی ہم نے بتا دیا ہے کہ یہ نشان کیوں کر وجود میں آیا اور شروع شروع میں اس کے کیا معنی تھے۔ بعد میں بودھوں نے اس پہیے کو مورتی کی حیثیت دے دی اور گول پہیہ بنا کر اس میں طرح طرح کی شکلیں بنائیں۔ اس طرح کے تین چکر ملے ہیں۔ ایک اجنتا کے غار میں' ایک تبت میں' ایک جاپان میں' ڈاکٹر واڈل نے ثابت کیا ہے کہ ان چکروں میں بدھ کی تعلیمات بارہ تصویروں کے ذریعے ظاہر کی گئی ہیں اور انہوں نے حسب ذیل طریقے پر انہیں بیان کیا ہے۔

(1) اودھیا (جہل)

اجنتا کی تصویروں میں جہل کو اس طرح دکھایا ہے کہ ایک اندھے اونٹ کی ناک میں نکیل پڑی ہے جسے ایک شتربان پکڑے ہے۔ تبتی تصویر میں ایک اندھا شخص راستہ دریافت کرتا ہوا جا رہا ہے۔ جاپانی تصویر میں بجائے انسان کے دیو کی صورت بنائی ہے۔

(2) سنکھارا (قوت اور رجحان)

اس خیال کو اجنتا کے غار میں کمہار، اس کا چاک اور بنے ہوئے برتنوں کی صورت میں دکھایا ہے۔ تبتی تصویر میں خالی چاک اور برتن دکھایا ہے۔ کمہار غائب ہے۔ جاپانی تصویر میں برتن اور کمہار دونوں غائب ہیں، صرف چاک دکھایا ہے۔

(3) ونانا (ہوش)

اجنتا اور جاپان کی تصویروں میں صرف ایک بندر دکھایا ہے، لیکن تبتی تصویر میں بندر کو ایک درخت پر چڑھتا ہوا دکھایا ہے۔ وہاں کے لاما یہ مانتے ہیں کہ انسان کی عقل ابتدا میں بالکل بندر کی سی ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ علم و تجربے کی وجہ سے ترقی کرتی ہے۔

C(4) روپ (مادی خصوصیات و صفات)

اجنتا میں دو شکلیں دکھائی ہیں جن کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ تبتی تصویر میں ایک کشتی دریا سے پار ہوتی دکھائی ہے۔ جاپانی تصویر میں کشتی میں آدمی بھی بٹھا دیا ہے۔

(5) کل آئتنا (چھ صوبے یا حواس)

یعنی حواس خمسہ اور چھٹی طاقت ذہنی جس من کہتے ہیں۔ اجنتا کی تصویر میں ایک انسانی چہرہ دکھایا ہے جس پر نقاب پڑا ہوا ہے۔ اس نقاب کے پیچھے چشم بینی، گوش، دہن اجاگر کرکے دکھائے ہیں اور ماتھے پر ایک سوراخ آنکھ جیسا دکھا دیا ہے۔ جاپانی تصویر میں صرف ایک انسان دکھایا گیا ہے اور تبتی تصویر میں ایک ایسا مکان دکھایا ہے جس میں چھ طاق بنے ہیں۔

6) پھیا سو (اتصال)

اجنتا کی تصویر میں یہ شکل سمٹ گئی ہے۔ جاپانی اور تبتی تصویر میں ایک ایسا آدمی ...ٹھا ہوا دکھایا ہے جس کی آنکھ میں تیر چبھ گیا ہے۔

7) دوانا (احساسات)

اجنتا کی تصویر میں یہ شکل مٹ گئی ہے۔ تبتی اور جاپانی تصویروں میں عاشق و ...شوق گلے ملتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔

8) ترشنا (تشنگی)

ایک آدمی کو پانی پیتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

9) اپادھنا (گرفت)

اجنتا اور جاپانی تصویروں میں شکلیں مٹی ہوئی ہیں۔ تبتی تصویر میں ایک آدمی ...ول چنتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

10) بھاؤنا (میلان یا رجحان)

اجنتا اور جاپانی تصویروں میں یہ مقامات مٹ گئے ہیں۔ تبتی تصویر میں ایک حاملہ ...رت دکھائی گئی ہے۔

11) جاتی (پیدائش)

زچہ و بچہ کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

(12) مرت (موت)

اس میں بڑھاپے' نقاہت اور موت کی تصویریں ہیں۔

ضمیمہ نمبر2

سور کا گوشت یا کمبھی

بودھی کتابوں میں آخری غذا جو گوتم نے کھائی (چند سنار کے ہاں) وہ چاول تھے اور ایک ترکاری تھی جسے "سکر مردو" کہتے تھے۔ مغربی مورخین نے "سکر مردو" کا ترجمہ "سور کا گوشت" کیا ہے۔ چنانچہ رائس ڈیوڈس جیسے محقق نے بھی آخری غذا یہی بتائی ہے لیکن حال کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ "سکر مردو" کے معنی ہیں "وہ کمبھی جسے سور کھاتے ہیں"۔

مہا بودھی جنرل 1901ء میں اس لفظ کی تحقیق کر کے بتایا گیا ہے کہ بہار میں کمبھی یا کھنبہ کو "سکر مردو" کہتے تھے۔ اس کے دوسرے نام گورجیا' کرشا اور بلی لوٹن ہیں۔

مسٹر سٹراس' پروفیسر میونس اور سوبھدرا بھکشو نے اس کے یہی ترجمے کئے ہیں۔ شیم نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن امیر احمد علوی صاحب نے اس لفظ کا ترجمہ شکرقندی کر دیا ہے جو بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کمبھی کو جو موتھا کی جڑ کی طرح ہوتی ہے' سور پسند کرتا ہے اور اسے بہت خواہش سے کھاتا ہے۔ پرانے زمانے میں شاید انسان بھی اس جڑ کو پکا کر کھاتے تھے۔ چنانچہ چند نے بھی اپنے گرو اور پیر کے لئے اسی کی ترکاری تیار کرائی۔ جب گوتم نے اسے چکھا تو انہیں محسوس ہوا کہ اس میں کوئی زہریلی جڑ مل گئی ہے۔ انہوں نے دوسرے بھکشوؤں کو اسے نہ کھانے دیا بلکہ ساری پتیلی اسی طرح زمین میں

دفن کرا دی۔

یہ بحث فضول ہے کہ گوتم سور کا گوشت کھاتے تھے یا نہیں، اس لئے کہ اس سے اس لفظ کا صحیح مفہوم طے نہیں ہوتا اور واقعات کے بیان میں ترجمے کی صحت کا زیادہ خیال کرنا چاہیے نہ کہ یہ دیکھنا چاہیے وہ اعتقادات کے مطابق ہے یا نہیں؟ گوتم کے متعلق یہ دعویٰ بھی کہ وہ سور کا گوشت یا کی قسم کا گوشت نہ کھاتے تھے صحیح نہیں۔ اس لئے گوتم نے وہ ہمیشہ اس امر پر زور دیا کہ جو کچھ بھیک کے ٹھیکرے میں ڈال دیا جائے وہ بھکشو کو کھانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ جب بھکشو گھر گھر جاتے ہوں گے اور چنڈال اور شودر کے دروازوں پر بھیک ملتی ہوگی تو انہیں گوشت بھی ملتا ہی رہا ہوگا اور اس لئے گوتم اور اس کے چیلے بھی گوشت کھاتے ہی رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ دیورت نے جب اس پر اصرار کیا تھا کہ بھکشوؤں کے لئے گوشت کھانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو گوتم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ بھکشو وہ سب کچھ کھائے گا جو اس کو بھیک میں ملے گا اور جو اس ملک میں کھایا جاتا ہے جہاں وہ بھیک مانگ رہا ہے۔

بہرحال یہ امر اب مسلم ہے کہ وہ آخری غذا جو بودھ نے کھائی وہ سور کا گوشت نہ تھا بلکہ وہ کھمبی کی جڑ تھی، جو نیچی ذات کے لوگ اس زمانے میں بطور ترکاری کے کھاتے تھے۔

ضمیمہ نمبر3

بدھ کا مولد' لمبینی باغ

1096 میں ڈاکٹر فوہرر نے نیپال اسٹیٹ کے اندر رامندیئی مقام پر ایک پتھر کا مینار زمین میں دبا ہوا دریافت کیا۔ اس پتھر پر اشوک شاہ مگدھ کا ایک کتبہ تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخت نشینی کے بیس سال بعد وہاں آیا اور اس نے گھوڑے کی شکل کا ایک ستون یہاں نصب کیا اور اس پر ایک برجی بنوائی جس پر "یہاں بدھ پیدا ہوا" کندہ کرا دیا تھا۔ یہ اسٹوپ' گھوڑا اور ستون بجلی کے صدمے سے گر گئے تھے۔ گھوڑا تو نہیں ملا لیکن ستون قریب ہی ایک مندر میں پڑا ہوا مل گیا۔ یہیں ایک صندوق بھی ملا ہے جس میں کئی قسم کے گل دان اور بہت سے زیورات اور جواہرات ملے ہیں اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہی مقام مولد گوتم ہے۔

غرض ہر طرح سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں گوتم بطن مادر سے نکل کر دامن گیتی میں آئے۔ اس دریافت کے بعد سے اس مقام نے بودھ لوگوں کے لئے ایک زیارت گاہ کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ مسٹر شیو نرائن شمیم نے یہاں پہنچنے کی صورت یوں بیان کی ہے۔

اس جگہ نیپال دربار کی اجازت سے جا سکتے ہیں۔ دربار سے کسی قدر امداد کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ آٹھ گھنٹے میں رات کو پالکی کی سواری سے "اسکا بازار" سے سرحد پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے آگے ندیاں آ جاتی ہیں۔ ہاتھی کی سواری پر ان کے پار ہونا پڑتا ہے پھر جنگل آ جاتا ہے جس میں ایک جھاڑی نظر آتی ہے۔ یہیں سے ستون

دریافت ہوا ہے۔ چند گز آگے چل کر اس تالاب کے بھی نشانات ملتے ہیں جہاں بدھ کی ماتا نے اشنان کیا تھا اور جس ندی کو "تیل دریا" بدھست کتابوں میں لکھا ہے۔ اس وقت بھی اس کا یہی نام ہے۔

شری مہاراجا بہادر نیپال نے اس مقام پر مسافروں کی آسائش کے لئے ایک قیام گاہ بنوائی ہے۔ دریافت شدہ ستون پر ایک پتھر حفاظت کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن ستون اور برجی اصلی حالت پر متمکن نہیں کیے گئے جو زیادہ موزوں ہوتا۔"

نیپال اسٹیٹ نے بودھ زائروں کے لئے اب اور زیادہ آسانیاں بہم پہنچا دی ہیں اور چین، تبت، جاپان اور ہندوستان سے برابر لوگ اس مقام کی زیارت کو جاتے رہتے ہیں۔

ضمیمہ نمبر4

"مقام وفات" (کسی نگر ضلع گورکھپور)

مسٹر شیو نرائن شمسم کی زبان سے اس کی حالت بھی سنئے :

اگر مسافر گورکھپور کی ریلوے لائن پر چار اسٹیشن آگے جا کر دیوریا اسٹیشن پر اتر جائے تو وہاں لاری کی سواری ملتی ہے جو بشرح رانی کس "کسیا" پہنچا دیتی ہے۔ 12 بجے سے دو بجے تک کا وقفہ مل جاتا ہے۔ لاری پھر دیوریا واپس پہنچا دیتی ہے۔ اگر یہ سفر پسند نہ ہو تو گورکھپور سے کسیا (کسی نگر) 35 میل پختہ سڑک پر ہے۔ موٹر کار پچیس روپے کے عوض آنے اور جانے کے لئے مل جاتی ہے۔ کسیا وہ مقام ہے جہاں بدھ بھگوان کو پری نروان حاصل ہوا تھا یعنی انہوں نے کالبد خاکی چھوڑا تھا۔ مندر کے سقف کی مرمت کی گئی ہے۔ مورتی جواب لیٹی ہوئی حالت میں ہے' پہلے ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ تھی۔ ان ریزوں کو جمع کرکے جوڑا گیا اور مورتی اصل حالت میں ترتیب دی گئی۔ اس وقت 20 فٹ کے قریب لمبی ہے۔ جاتریوں نے سونے کے ورقوں سے اس مورتی کو منڈھا ہے۔ کناری کا پردہ اس پر پڑا ہوا ہے' بتی ہر وقت جلتی رہتی ہے۔ سنگ آسن کے ایک بازو پر آنند کی اندوہ و غم کی حالت میں مورت بنی ہے جبکہ اس کے ساتھ دو اور سنگی ہیں۔ اس مندر کے قریب ایک اسٹوپا ہے۔ اس کے قریب دو کھوئے مدفونہ بر آمد ہوئے ہیں۔"

اسی طرح بہت سے کھنڈرات بھی بر آمد ہوئے ہیں۔ مندر سے چند قدم کے فاصلے پر بدھ کی ایک استادہ مورت جو بر آمد ہوئی ہے' قرینے سے نصب ہے۔ جس کو وہاں

کے لوگ رمابتہ کی مورتی بیان کرتے ہیں۔ مندر سے تھوڑے فاصلے پر ایک برمی رئیس نے جاتریوں کے لئے ایک دھرم شالا بنوایا ہے۔ اس میں ایک برمی بھکشو رہتا ہے' اس کے ایک کمرے میں برما کی ساخت کے سنگ مرمر اور پیتل کی بدھ مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ دروازے پر ایک گھنٹہ برما کی ساخت کا موسیقی سے آواز دیتا ہے۔

سال ہا سال یہ مندر کسمہ پرسی کی حالت میں رہا۔ آخر 1877ء میں مسٹر کارلائل نے اس کو آراستہ کیا۔ جس کا حال ایک سنگ مرمر کی سل پر انگریزی میں درج ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"یہ مشہور مجسمہ اور مندر بدھ کے نروان کی حالت کے ہیں۔ اور اس کے قریب کے اسٹوپے دونوں کھودے گئے ہیں۔ مورتی کے بے شمار ریزے جابجا پراگندہ پائے گئے۔ ان سب ٹکڑوں کو جمع کیا گیا۔ ان کو ترتیب دے کر اور مرمت کرکے مورتی کو اصلی شکل میں بحال کیا گیا۔ مندر کی بھی مرمت ہوئی اور اس پر چھت ڈالی گئی۔

کسی نگر

اے' ای' کارلائل

مارچ 1877ء

آرکیلاجکل اورسیز"

دراصل یہ مقام بودھوں کے تیرتھوں میں سے ایک ضروری تیرتھ ہے۔ پہلے تو ہندوستان سے باہر کے صرف بودھی مت والے جاتری آیا کرتے تھے حال میں اب وہاں ایک سالانہ میلا لگتا ہے۔ قرب و جوار بلکہ دور دراز سے لوگ اس میلے میں شامل ہوتے ہیں اور اب خوب رونق ہونے لگی ہے۔"

؎ بودھ کتابوں میں اس کا نام "کوسی نکلا ہے۔ کوسی نگر' کسی نگر بھی آیا ہے۔ اب اسے کسیا کہتے ہیں۔

ضمیمہ نمبر5

نالند یا نلند یونیورسٹی

راج گیر سے سات میل کے فاصلے پر نالند نام کا ایک بڑا قصبہ تھا۔ اب اس کو بڑا گاؤں کہتے ہیں۔ گوتم بدھ نے یہاں تین مہینے قیام کیا تھا اور کئی خطبے دیئے تھے۔ یہاں کے امیر سوداگروں نے جن کی تعداد پانچ سو بتائی جاتی ہے۔ دس لاکھ اشرفیوں کا چندہ کیا اور اسی سے کئی گاؤں خرید کر اور ایک مٹھ بنوا کے بدھ کی نذر کیا۔ کئی راجاؤں نے اس عمارت میں اضافہ کیا۔ وسط ہند کے ایک راجا نے ایک ہال بنوا دیا اور تمام عمارت کے گرد ایک پختہ دیوار کھنچوا دی اور اس میں صرف ایک پھاٹک رکھا۔ اس احاطے میں اپنے زمانے کے مشہور ترین راہب علماء رہتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتا تو وہ راہب جو دربانی کے فرائض ادا کرتا تھا طالب علم سے کچھ سوالات کیا کرتا تھا۔ اور جب تک ان کا شافی جواب نہ پا لیتا تھا ان کو اندر نہ آنے دیتا تھا۔ غالباً" امتحان داخلے کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔

بہرحال اس مٹھ نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک یونیورسٹی (جامعہ) کی حیثیت سے عالم گیر شہرت حاصل کرلی۔ فاہین کے زمانے تک یہ مکمل نہ ہوئی تھی۔ مگرات سانگ نے یہاں اس سال تعلیم حاصل کی اور ہوان سانگ نے چھ سال۔ یہاں کے پڑھے ہوئے برگزید روزگار سمجھے جاتے تھے۔ معلموں کی تعداد بہت تھی۔ چنانچہ ایک ہزار ایسے ہوتے تھے جو بیس علموں پر لیکچر دے سکتے تھے۔ پانچ سو تیس مضمونوں پر۔ دس (مع ہوانگ سانگ کے) جو پچاس مضمونوں میں ماہر تھے۔ تبحر فاضلوں نے مثل

ناگار جن اور آریا دیو کے اس یونیورسٹی کے نشوونما میں بہت مدد دی تھی۔ ہوانگ سانگ کے وقت میں سدا بہار اس یونیورسٹی کا صدر تھا۔ یہ عالم ایسی جامع فضیلت رکھتا تھا کہ ہر ایک علم پر اس کو کامل عبور تھا۔

سلطنت وقت نے کئی گاؤں اس مٹھ کے لئے وقف کر رکھے تھے۔ اس کے علاوہ عوام بھی ہر طرح کی مدد پہنچاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ طلبا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ بلکہ گھر سے کہیں زیادہ آرام ملتا تھا اور وہ جی لگا کر علوم حاصل کرتے تھے۔

محکمہ آثار قدیمہ نے اس جگہ کھدائی کرکے بہت سے آثار نکالے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔